اے مجنون حسینؑ !آپ کے عشق، محبت، بہادری و دلاوری اطاعت و وفاداری کو جس مقام پر بھی جستجو کرتی ہوں، آپ کی داستان کربلا پر جا کر ہی ختم ہوتی ہے۔ آج مجھ ناچیز نے آپ کی داستانِ حیات کو قلمبند کرنے کی جرات کی ہے مگر جب آپ کے لمحہ شہادت کو قلمبند کرنا چاہتی ہوں تو قلم آگے نہیں بڑھتا، ہاتھ لرز جاتے ہیں۔ آہ۔۔آپ کی داستانِ شہادت بھی کربلا والوں کی مانند جان سوز اور رقت بار ہے۔

اے محسن انسانیت !اس حقیر نے اس امید پر قلم اٹھایا ہے کہ روز محشر دو عالم کی شہزادیؑ شھدا کے واسطے مجھ گناھگار کو بھی اپنے مورد لطف و عنایت قرار دیں۔ آمین

قمر فاطمہ

دل کی بات

شہید محسن حججی اپنے کردار سے ہم سب کے لیے حجت بن گیا۔

شھدا کے عقیدت مندو!!!!

یقیناً رہبر عزیز کا یہ قیمتی جملہ آپ سب کے ذہنوں میں محفوظ ہوگا

''شہید حججی آج کے جوانوں کے لیے مشعل راہ ہیں''

رہبر عزیز نے یہ قیمتی الفاظ ایک ایلے شیر دلاور کے لیے استعمال کیے، جس کی شہادت نے انسانیت کو ہلا کر رکھ دیا۔ نو اگست ایک ایلے جری اور بہادر جوان کا یوم شہادت جو زمین پر رہتے ہوئے بھی آسمانی تھا۔

اس مرد آسمانی کی شھادت نے ایسی دھوم مچائی، کہ جو اسے نہیں جانتے تھے وہ بھی اسے جاننے کے لیے بے تاب ہوگئے۔

جی ہاں!!! شہید محسن حججی جس کی عاشورائی شہادت نے نجانے کتنے راستے سے بھٹکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھا دیا۔ یہ پچیس سال کا جوان جس کا کہنا تھا کہ

''میں اہلبیت علیہ السلام سے اپنے عشق کی قیمت اسطرح ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جب میں اپنے آقا حسینؑ کی خدمت میں پہنچوں میرا بھی پہلو اپنی شہزادی فاطمہؑ کی مانند زخمی ہو۔ میرے بھی سینے پر علی اکبرؑ کی مانند برچھی لگی ہو۔ میرے بھی بازو عباسؑ علمدار کی مانند تن سے جدا ہو چکے ہوں۔ میرا جسم قاسم گلبدن کی مانند ٹکڑے ٹکڑے ہوچکا ہو۔

اور... میرا سر اپنے سید و سالار کی مانند تن سے جدا ہوچکا ہو۔

محسن دلاور جسے خدا نے ایسا خریدا کہ اہل بیتؑ بھی اس کے عشق کو دیکھ کر میدان میں اتر آئے۔۔ اور اپنی محبت کی نشانیاں اس جوان کو عطا کردیں۔

اے شہید دلاور!!

آپ کی شجاعت، آپ کی دلاوری کو کس مقام پر جستجو کروں؟

کیا اس وقت جب آپ نے وقت رخصت یہ کہہ کر اپنی بہنوں کے بازوؤں پر بوسے دیئے کہ تمہارا غیور بھائی اس لیے جارہا ہے کہ کسی بہن کے بازوؤں پر رسن نہ بندھے۔

کیا اس وقت جب دشمن کے نرغے میں گھر جانے کے باوجود اپنی شہزادی زینبؑ کے لیے سینہ سپر رہے اور ہتھیار نہ ڈالے

کیا اس وقت جب دشمن آپ کو اسیر کر کے گلی گلی محلے محلے پھرا رہے تھے؟

کیا اس وقت جب شمر کا خنجر آپ کے گلے پر تھا۔ دشمن شادیانے بجا رہے تھے۔ اور آپ کے خشک لب اپنے آقا و مولا کی مانند ایک ہی ورد کر رہے تھے۔

الھی رضاً برضاک

صبراً علی قضائک!!

مسافرِ بہشت

گیارہ جولائی 1990 کو ایران کے صوبہ اصفہان کے شہر نجف آباد کے ایک گھر میں ایک ستارہ اترا۔ یہ وہ ستارا ہے جسے آسمان و زمین دونوں پر دمکنا ہے۔ جو ابھی ماں کی آغوش میں ہی دمک رہا تھا۔ اس ننھے ستارے کانام محسن رکھا گیا۔

محسن "یعنی احسان کرنے والا"

جی ہاں! اس بچے کو پوری انسانیت کا محسن بننا ہے۔ حججی گھرانے میں شامل ہونے والا یہ بچہ بہت خاص ہے۔ اسے ایک بہت بڑا معرکہ سر کرنا ہے۔

ایک ایسا معرکہ جو دنیا والوں کے دلوں پر لرزہ طاری کر دے۔ ایک ایسا کارنامہ جو بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست پر لے آئے اور ان کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دے۔ماں اپنے معصوم سے بچے کو گود میں لیے اس کے دمکتے اور روشن چہرے کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔ اور یہ خوبصورت بچہ ماں کی گود میں آتے ہی مُسکرا مُسکرا کے ماں کو کچھ بتانے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ شاید کہہ رہا ہو کہ ماں! فکر نہ کرو تمہارا یہ بیٹا اُس بی بیؑ کا فدائی بنے گا جس کے بارے میں سُن کر اور پڑھ کر آپ نے ہمیشہ اُس بی بیؑ کی غربت اور تنہائی پر آنسو بہائے ہیں۔

میں ایک فدائی ہوں۔۔ فدائیِ زینب۔

محسن ایک پاکیزہ، باکردار ماں کی آغوش میں پروان چڑھ رہا ہے اور رزق حلال کمانے والے باپ کے زیرِ سایہ زندگی کی سیڑھیاں طے کررہا ہے۔

اب ایک ایک سال کے وقفے سے محسن کے گھر میں تین بہنوں کا اضافہ بھی ہوا ہے محسن ان ننھی پریوں کو پاکر خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ محسن کو چھوٹی بہنوں سے بے پناہ محبت ہے۔ اس حد تک کہ اگر کوئی سی بہن اسکول سے واپسی میں دیر کردیتی ہے تو محسن گلی کے کونے پر آکھڑا ہوتا ہے اور بے قراری سے بہن کا انتظار کرتا ہے۔ اگرچہ محسن سے بڑے دو بھائی اور بھی ہیں مگر بہنوں سے محسن کی وابستگی، اسکی محبت والدین کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔ بہنوں کی کوئی شرارت ان کا شور ہنگامہ کچھ بھی محسن کو برا نہ لگتا۔ محسن کو اپنے والد کی طرف سے جو جیب خرچی ملتی ہے اس سے بہنوں کے لیے چیزیں خرید لیتا ہے۔ بہنوں سے یہ بے پناہ محبت تمام رشتہ داروں، اور جاننے والوں میں بھی زباں زد ہوچکی ہے۔ کسے معلوم تھا کہ بہنوں سے اس بے پناہ محبت میں کیا راز پنہاں ہیں۔ خدا نے اس بھائی کو صرف اپنی ہی نہیں بلکہ تمام عالم کی بہنوں کا فدائی بنا کر بھیجا ہے۔ یہ بات تو صرف خدا ہی جانتا تھا کہ یہ بچہ ایسے دور میں جوان

ہوگا جب کربلا سے ایک بار پھر "ھل من ناصر "کی صدائیں آ رہی ہوں گی۔ ایک بار پھر علیؑ کی بیٹی مدد کے لیے اپنے غیور بھائی بیٹوں کو پکار گے۔ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزتیں خطرے میں ہوں گی۔ ایسے میں یہ نن رہی ہوگی۔ لشکرِ یزید تلواریں لہراتے، ہر سو پھیلے ہوئے ہو جوان لشکر کا علم تھام کر عباسؑ سے درسِ شجاعت و وفا لے کر بہنوں کی حفاظت کے لیے چل دے گا۔

محسن نے ایک ایسے گھر میں پرورش پائی، جہاں سکون اور باہمی محبت و خلوص کی پرسکون فضا تھی۔ جب بابا رات کو گھر لوٹتے توگھر میں بہار آجاتی۔ محسن اور چھوٹی بہنیں دوڑ کر بابا کی ٹانگوں سے لپٹ جاتیں اور بابا سب کو باری باری پیار کرکے پھلوں کا تھیلا محسن کو پکڑا دیتے۔ ماما دن بھر کی تھکن اپنی مسکراہٹوں میں چھپائے شوہر کو خیر مقدم کہتیں اور فورا چائے کا کپ شوہر کو پیش کرتیں۔

گھر میں ایک دوسرے کی مانوس صدائیں قربت اور اپنائیت کا آسودہ احساس، طمانیت کا باعث ہوتے۔ ماہ رمضان آتا تو محسن کے والدین افطار کے لیے اپنے کسی نہ کسی عزیز کو مدعو کرتے۔ مل کر افطار کرنے میں سب خوشی و سرور محسوس کرتے، خصوصاً جب چھ سال کے محسن سے ماں کہتیں محسن جان، دعائے افطار پڑھاؤ اور محسن اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ بلند کر کے اپنی معصوم آواز میں دعائے افطار پڑھنا شروع کرتا۔ جس گھر کا ماحول اتنا پاکیزہ ہو، جن گھروں کے افراد ایک دوسرے کے لیے احترام رکھتے ہوں، ایسے گھروں سے یقیناً محسن جیسے جوان ہی تربیت پاکر نکلتے ہیں۔

محسن نے 4 سال کی عمر میں قرآن پاک کے چھوٹے چھوٹے تمام سورۂ حفظ کرلیے تھے، نماز مکمل طور پڑھنا سیکھ لی تھی۔ بڑے بھائیوں کو اسکول جاتے دیکھ کر خود بھی اسکول جانے کی ضد کرتا۔ بالاخر ایک روز محسن نے اسکول جانے کی اتنی ضد کی کہ ماما نے چادر سر پہ رکھی محسن کا ہاتھ پکڑا اور اسے محلے کے اسکول میں داخلہ دلوانے پہنچ گئیں۔ وہاں کے پرنسپل نے کہاکہ یہ تو ابھی پانچ سال کا بھی نہیں ہوا اور پھر بیچ سال میں ہم ایڈمیشن دیتے بھی نہیں ہیں۔ ماما نے محسن کی جانب دیکھا جس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسو ٹپکنے کو تھے۔ ماں سے بھلا کہاں برداشت ہوتا کہ میرے محسن کی آنکھوں میں آنسو آئیں، لگیں پرنسپل کی خوشامدیں کرنے۔ مگر پرنسپل نے بھی سختی سے منع کردیا۔ اس روز محسن نے گھر میں کسی سے بات نہ کی، منہ لٹکائے ایک کونے میں بیٹھا رہا۔ دوسرے دن ماں نے پھر محسن کا ہاتھ پکڑا اور پرنسپل کے پاس پہنچیں اور انہیں بتایاکہ اس کے دونوں بھائی بھی یہیں پڑھتے ہیں۔ پرنسپل نے کہاکہ ٹھیک ہے ہم اسے ایسے ہی کلاس میں تھوڑی دیر کے لیے بٹھا لیا کریں گے مگر اس کا نام رجسٹر نہیں کریں گے۔ ماما کے لیے یہی غنیمت تھا۔ وہ تو کل سے اپنے دلبند کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اداس تھیں۔ گھر میں محسن کے بڑے بھائی اکثر ماں سے شکوہ کرتے کہ آپ محسن کو ہم سے زیادہ چاہتی ہیں۔ ماما مسکرا کر کہتیں میرے لیے تم سب برابر ہو۔ مگر سب کو پتا تھا ماما کی جان محسن میں بند ہے۔

محسن کی سوچ اس کے بلند افکار اور اعلیٰ ہدف نے اُسے اپنے بھائی بہنوں اور ہم عمر ساتھیوں سے منفرد اور ممتاز کر دیا تھا۔ محسن کے اندازِ زندگی، اندازِ تخاطب اور اندازِ فکر سے واضح تھا کہ محسن اِس دنیا کے لیے بنا ہی نہیں ہے۔

ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ محسن کے اندر بچپن ہی سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

تعلیمی میدان میں بھی محسن اپنے کلاس فیلوز کے درمیان سب سے آگے تھا۔ محسن اگرچہ ہر امتحان میں پہلے نمبر پہ تھا مگر کچھ دن سے محسن کی ماں محسوس کر رہی تھیں کہ محسن کچھ اداس ہے۔ اسکول بے دلی سے جا رہا ہے بالاخر اس سے پہلے کہ ماں محسن سے کچھ پوچھتیں محسن نے خود ہی اپنی ماں سے خواہش ظاہر کی کہ میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

ابھی محسن چوتھی کلاس میں ہے۔ باپ نے وجہ جاننا چاہی تو کہا بابا جان! جب آپ ہم کو اپنے ساتھ عزاداری میں لے کر جاتے ہیں تو وہاں مصائب میں ہم سُنتے ہیں کہ سیدالشھدا امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک نیزہ کی نوک پر بھی کلامِ پاک کی تلاوت میں مشغول تھا۔ بابا میں بھی قرآن کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ میں بھی اپنے آقا و مولا کی راہ پر چلنا چاہتا ہوں۔

آٹھ سالہ بچے کی زبان سے یہ بات سُن کر ماں نے فرطِ محبت سے اپنے فرزند کو سینے سے لگالیا۔ باپ نے اپنی آنکھوں میں اُمڈ آنے والے خوشی کے آنسوؤں کی نمی کو ضبط کرتے ہوئے پیارے بیٹے کا ہاتھ تھام کر وعدہ کیا کہ جیسے ہی محلے کی مسجد میں قرآن پاک کی نئی کلاسسز کا آغاز ہوگا تمہارا نام وہاں لکھوا دیں گے۔

یہ خوبصورت اور پیارا سا بچہ کہ اھلبیت علیہم السلام کی محبت جس کے خون میں رچی ہوئی تھی بے تابی کے ساتھ اُس دن کا انتظار کرنے لگا جب مسجد میں نئے دروس کے داخلے کا اعلان سُنائی دے۔

پھر بہت جلد وہ دن بھی آن پہنچا جب محسن خوشی خوشی اپنے بابا کا ہاتھ تھامے مسجد کی جانب روانہ ہوا۔

اُس دن خوشی کے مارے محسن کے پاؤں زمین پر نہیں ٹِک رہے تھے۔ اس کی خوشی قابلِ دید تھی ایسا لگتا تھا جیسے اس ننھے فرشتے کو کوئی بہت ہی قیمتی تحفہ مل گیا ہو، وہ بار بار بابا کا ہاتھ چومتا اور شکریہ ادا کرتا رہا۔

اب محسن اسکول کی پڑھائی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تعلیم بھی حاصل کر رہا تھا۔ محسن اسکول سے واپس آکر کچھ دیر آرام کرتا، پھر گھر کے اندر بنی چھوٹی سی لائبریری سے مذہبی کتابیں نکال کر انہیں پڑھنے کی کوشش کرتا۔ محسن ان کتابوں میں بہت کچھ پالینا چاہتا تھا۔

محسن کے بابا نے اپنے پیارے بیٹے کے اس ذوق و تجسس اور دین سے بے پناہ لگاؤ کا ذکر قرآن پاک کے استاد سے کیا تو انہوں نے قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ محسن کو اس کی عمر کے مطابق اسلام شناسی کی تعلیم بھی دینا شروع کی۔

مگر محسن ہوشیار سمجھدار اور ذہین تو تھا ہی، وہ مسجد کے استاد سے ایسے سوالات کرتا کہ وہ گھبرا جاتے کہ اس بچے کو اس کی عمر کے مطابق جواب دیں یا عقل کے مطابق۔

ایک روز استاد نے محسن کے والد کو بلایا اور کہا نجمی صاحب آپ کا بچہ درس کے دوران ایسے ایسے سوالات کرتا ہے کہ میں حیران رہ جاتا ہوں۔ یہ ایک غیر معمولی بچہ ہے کل اس نے مجھ سے کہا کہ استاد خدا تک پہنچنے کا سب سے نزدیک ترین راستہ بتائیے۔

پھر استاد نے محسن کے والد سے کہا کہ آپ اس بچے کی عمر پر نہ جائیے اسے کچھ عرصے کے لیے حوزہ علمیہ میں دینی تعلیم کے لیے داخل کروا دیجیے۔ یہ بچہ بہت کچھ جاننا چاہتا ہے۔ آپ کا بچہ اکثر کہتا ہے میرے پاس وقت کم ہے میں اس کم وقت میں بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں۔

استاد کی بات سن کر محسن کے گھر والوں نے بھی اس بات کو نوٹ کیا کہ اکثر محسن یہ جملہ کہتا ہے میرے پاس وقت کم ہے شاید بچپن سے ہی کوئی چپکے سے اس سے کہہ دیتا ہو گا کہ محسن تمہارا انتخاب ہوچکا ہے۔ تم اس فانی دنیا کے لیے نہیں بنے، تمہارے ماتھے پہ فدائی کی مہر لگا کر تمہیں بھیجا گیا ہے

محسن نے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ حوزوی تعلیم بھی حاصل کرنا شروع کی۔ محسن بہت توجہ سے علماء کرام کے دروس کو سنتا اور انھیں ذہن نشین کر لیا کرتا تھا۔ دینی اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ محسن محلے میں ہونے والی مذہبی سرگرمیوں میں بھی خوب بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتا اور امدادی کاموں میں بھی ہمیشہ سب سے آگے نظر آتا۔

جب محسن نے 6 سال کی عمر میں پہلا روزہ رکھا۔ ماں سارا دن محسن کے صدقے واری ہوتی رہیں بار بار اس کے لبوں کو چوم کر کہتیں ماما کی جان! دیکھو تو تمہارے ہونٹ کتنے خشک ہوگئے تمہارا روزہ اتنا ہی کافی ہے۔ اب روزہ کھول لو یا تھوڑا پانی پی لو، لیکن محسن نے نا صرف اس روز پہلا روزہ رکھا بلکہ پھر کبھی کسی رمضان میں بھی محسن کے روزے نہ چھوٹے۔

شدید گرمی اور روزے میں محسن دوستوں کے ساتھ گلی میں کھیلنے نکل جاتا۔ ماں بار بار کہتی ہی رہ جاتیں کہ یا روزے نہ رکھو یا باہر نہ کھیلو بیمار ہو جاؤ گے۔ لیکن محسن نفی میں سر ہلا کر باہر بھاگ جاتا۔

ایک روز جب ماں نے دیکھا کہ محسن بہت ہی نڈھال ہو رہا ہے اور کھیل بھی نہیں چھوڑ رہا تو بڑے بھائی کے ہاتھ میں پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا جاؤ بیٹا تم محسن کو زبردستی پانی پلا دو، وہ پہلے ہی اتنا کمزور ہے ڈرتی ہوں ہاتھوں پہ نہ آجائے۔ بھائی پانی لے کر محسن کے پاس گئے اور اسے بہت زور سے ڈانٹ کر کہا یہ پانی پی لو یا گھر میں آکر آرام کرو ۔ محسن نے بھائی کے ہاتھ سے گلاس لے کر ایک اور بچے کو پلا کر خالی گلاس بھائی کے ہاتھ میں تھما کر کہا یہ لیں بھائی ماما سے کہئے گا بچے نے پانی پی لیا اس طرح جھوٹ بھی نہیں ہوگا۔ بھائی بھی محسن کی ہوشیاری پر مسکراتے ہوئے خالی گلاس لیے گھر میں چلے گئے۔ ایسا لگتا تھا سختی برداشت کرنا بچپن سے ہی محسن کے وجود کا حصہ تھا۔

محسن کی نانی ہر شب جمعہ اپنے ہاں دعائے کمیل و حدیث کساء کا اہتمام رکھتی تھیں۔ محسن سرِ شام ہی اپنے دوستوں کو لے کر نانی کے ہاں پہنچ جاتا۔ سب بچے مل کر صحن دھوتے فرش بچھاتے ساتھ ہی ساتھ شرارتیں بھی اپنے عروج پر ہوتیں۔ نانی اپنا حقہ بھر کر ہمیشہ ٹیرس کے کونے پر رکھتیں تھیں۔ محسن اور اس کے دوست موقع کی تلاش میں رہتے کہ کسی طرح حقہ ان کے ہاتھ لگ جائے تو حقے کا ایک کش لگا ہی لیں۔ نانی بھی ہوشیار رہتیں۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ شرارتی بچے انکے حقے کی تاک میں رہتے ہیں۔ ایک بار بچوں کو موقع مل ہی گیا۔ جیسے ہی نانی کسی کام سے اندر گئیں بچے حقے کی طرف دوڑے، باری باری سب نے حقے کے کش لگانے شروع

کیے۔ محسن نے شیخی ماری کہ میں تو ناک سے بھی دھواں باہر دے سکتا ہوں۔ مگر محسن کی یہ شیخی اسے مہنگی پڑگئی۔ محسن کو کھانسی کا جو پھندہ لگا بس پھر نانی کی جھاڑو تھی اور صحن میں دوڑتے محسن اوراس کے دوست۔ نانی کا قدیمی شیشے کا خوبصورت حقہ بھی ٹوٹ کر چکناچور ہو گیا تھا۔

محسن کی شرارتیں اس کی اچھائیوں پر غالب آ جاتی تھیں۔ گھر میں اگر بہنوں سے جھگڑا ہوتا تو ماما ہرگز محسن کی غلطی ماننے کو تیار نہ ہوتیں۔ مثلاً زیادہ تر جھگڑا ٹی وی کے ریموٹ پر ہوتا۔ محسن بھی کبھی کاغذ کی نلکی بنا کر اس میں کاغذ کی گولیاں رکھ کر بہنوں کا نشانہ لیتا رہتا۔ کبھی واٹر گن سے ان پر پانی پھینکتا رہتا کہ ریموٹ دو گی تو جان چھوڑوں گا۔ مگر دونوں بہنیں مل کر محسن سے حساب برابر بھی کرلیتی تھیں۔ یا اس کی کوئی اسکول کی کاپی پھاڑ دیتیں یا اس کی سائیکل کے پہیے کی ہوا نکال دیتیں ۔

محسن کے والد نے چھٹیوں میں محسن کو سائیکل خرید کر دی۔ سائیکل دیکھ کر تو محسن کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ روز سائیکل چمکائی جاتی۔ شام میں اپنی چھوٹی بہنوں کو سائیکل پہ بٹھا کر سیر کروائی جاتی۔ محسن نے سائیکل کو سبز ربن اور سبز جھالروں سے سجایا ہوا تھا ۔اور سائیکل کے ہینڈل پر یازہراؑ کی پٹی لگائی ہوئی تھی۔ سائیکل آتے ہی محسن نے محلے کی بوڑھی خواتین سے بھی کہہ دیا تھا کہ اب وہ سبزی یا سودا خریدنے نہیں جائیں گی۔ میرے بابا نے مجھے سائیکل دلائی ہے میں آپ کی خریداری کردیا کروں گا۔

اکثر محسن کے والدین اپنے بیٹے میں دوسروں کے لیے نیکی اور ہمدردی کے جذبات اور اہلبیتؑ سے اس کی محبت دیکھ دیکھ حیران ہوتے تھے۔ سائیکل کو محسن نے سبز ربن سے اس لیے سجایا تھا کہ سبز رنگ سادات کی نشانی اور اہلبیت علیہ السلام کی شناخت ہے۔ محسن کے بابا نے کہا بھی کہ کسی اور رنگ کے ربن سے سائیکل کیوں نہیں سجائی تو محسن کا جواب یہ تھا کہ بابا سبز رنگ اس بات کی علامت ہے کہ میں اہل بیتؑ کا عاشق ہوں اور سب کو یہ بات پتا ہونی چاہیے۔

محسن بڑی پابندی سے مغرب و عشا کی نماز پڑھنے کبھی اپنے بابا کبھی بڑے بھائی کے ساتھ مسجد جاتا۔ مسجد میں ہر شب نماز کے بعد نمازیوں میں سے کوئی ایک زیارت عاشورہ کی قرات کرتے۔ ایک رات نماز کے بعد محسن نے چپکے سے اپنے بابا کے کان میں کہا ''بابا! آج زیارت عاشورہ میں پڑھوں گا'' بابا نے بھی اسی آہستگی سے جواب دیا کہ محسن جان! ابھی تمہیں عربی کے الفاظ ٹھیک سے پڑھنے نہیں آتے ہیں تھوڑے اور بڑے ہو جاؤ پھر پڑھا کرنا۔

محسن نے پھر چپکے سے بابا کے کان میں کہا کہ

''بابا زیارت عاشورہ تو مجھے زبانی یاد ہے--- یہ تو میرے دل پر لکھی ہے ''

بابا حیرانی سے محسن کا منہ دیکھنے گے۔ اس بچےؑ کی باتیں بابا کو حیران کردیتی تھیں۔

کچھ نمازیوں نے محسن کے بابا سے کہا کہ بچےؑ کا دل چھوٹا نہ کریں، پڑھنے دیں جہاں تک بھی پڑھ سکتا ہے پڑھے۔ آٹھ سال کا محسن انتہائی ادب سے دو زانو بیٹھ گیا-۔ ایک ہاتھ سینے پر رکھا، سر کو جھکایا اور اپنی خوبصورت آواز میں زیارت عاشورہ پڑھنا شروع کی۔آج مسجد

کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا ایک آٹھ سال کے بچے کی دلسوز آواز میں زیارت عاشورہ اور پھر اس بچے کا "یا ابا عبد اللہ" کہہ کر اپنے آقا کو پکارنا تمام نمازیوں کو رُلا گیا۔ زیارت عاشورہ ختم ہوئی تو ایک ایک نمازی نے محسن کا چہرہ چوم کر اسے دعائیں دینی شروع کیں۔ گھر پہنچ کر محسن نے بتایا کہ اسے حدیث کساء بھی زبانی یاد ہوچکی تھی اور تب وہ دعائے کمیل حفظ کر رہا تھا۔

محسن بچپن سے ہی اس حقیقت کو پا چکا تھا کہ جو لے گا اہلبیتؑ کے دامن سے ہی لے گا اصل حقیقت صرف اہل بیتؑ ہیں باقی سب سراب ہے۔ محسن بچپن ہی سے اپنی روح کو صیقل دینے میں لگ گیا۔

وقت گزرتا رہا ۔۔اب محسن چودہ سال کا نوجوان تھا۔

محسن کے بلند افکار، پاکیزہ سوچ ولایت پر ایمان اور اھلِ بیت علیہم السلام سے شدید وابستگی سے اکثر محسن کے گھر والے، ساتھی اور اساتید بھی حیران رہ جایا کرتے۔

محسن جب دفاع مقدس کے شھدا کی جرات بہادری اور شجاعت کے قصے پڑھتا تو اکثر آہ بھر کر کہتا

"افسوس شہادت کا دروازہ بند ہوگیا۔۔۔اور میں محروم رہ گیا"

ماں جب یہ بات سنتیں تو ڈانٹ کر محسن سے کہتیں ایسی باتیں مت کیا کر میرے سامنے۔ تجھے کیا معلوم جن ماؤں کے جوان چلے جاتے ہیں وہ مائیں جیتے جی مر جاتی ہیں۔

محسن کی ماں کو کیا خبر تھی کہ شہادت کے سرسبز باغ کا دروازہ ایک بار پھر شہادت کے متوالوں کے لیے کھلنے والا تھا۔

البتہ شہادت کا دروازہ تو ہر دور میں کھلا ہے، بس کچھ دیر کے لیے نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اب چودہ سال کا محسن اپنی زندگی کو کربلا والوں کے کردار میں ڈھالتا جا رہا تھا۔ جیسے جیسے محسن بڑا ہو رہا تھا بڑے چھوٹے سب سے محسن کا ادب احترام بیشتر ہوتا جا رہا تھا۔

اس بار محرّم میں محسن نے اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ مل کر ماتمی دستہ بنایا اور ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں اپنے مولا کے چہلم تک سیاہ لباس پہنے رہنا ہے اور ان سب باتوں سے دوری کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ جو ہمارے مولا کو پسند نہیں۔ تاکہ ہماری یہ عزاداری، یہ خدمت خالص ہو کر اپنے آقا کی خدمت میں پہنچے۔

رشک آتا ہے ایسے پاکیزہ جوانوں پر جو دنیا پرستی چھوڑ کر قرب الٰہی پالینے کی تمنا رکھتے ہیں اور تسلیم حق رہتے ہیں۔ مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان عظیم لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"خالق ان کی نگاہ میں اتنا عظیم ہے کہ ساری دنیا نگاہوں سے گِر گئی ہے"

اگر انسان خدا سے ویسے ہی خائف (ڈرنا) رہے جیسا کہ خائف ہونے کا حق ہے اور۔ ۔۔ محبت خدا سے دل لبریز ہو تو سب کے سب اس کی عظمت کے معترف اور محبت کے قائل ہو جائیں گے"

یقیناً شہید محسن حججی اور ان جیسے جوان مولائے کائناتؑ کے اس فرمان کے مصداق ہیں۔

اب محسن اٹھارہ سال کا خوبصورت باوقار نوجوان تھا جس کا دل عشق الہی و محبت اہلبیتؑ سے سرشار تھا۔

اس جوان کے پاس وقت بہت کم تھا اور اس کم وقت میں یہ جوان ایسا کارنامہ انجام دینے کی تیاری کر رہا تھا جس کی دھوم زمین پر تو کیاآسمانوں پر بھی مچنے والی تھی۔

سورہ نور کی آیت نمبر 51 میں میں پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے:

"مومنین کو تو خدا اور رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں تو ان کا قول صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور بے شک یہی لوگ در حقیقت فلاح پانے والے ہیں"

قرآن کریم میں تولا اور ولایت پزیری محبت اور قلبی لگاؤ کہیں بلند و بالا ہے۔

وہ شخص جس کے وجود میں توحید خالص نیز کمال حقیقی کی محبت کی جڑیں مضبوط ہوں گی اور وہ محبوب الہی کا اشتیاق مند ہوگا یقیناً وہ ولایت پزیر ہوگا۔

بے شک شہدا ان ہی اصولوں کے پابند تھے۔شہدا نے اس حقیقت کو پالیا تھا اسی لیے ولایت فقیہ کے دفاع میں اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرتے رہے۔

ایران کا قانون ہے کہ لڑکوں کے اٹھارہ سال پورے ہوجانے کے بعد انہیں لازمی فوجی ٹریننگ کے لیے جانا پڑتا ہے۔یہ ٹریننگ دو سال کی ہوتی ہے اور جس کسی کے پاس اس ٹریننگ کا سرٹیفکیٹ نہیں ہوتا انہیں گورنمنٹ جاب نہیں دی جاتی۔

ماں کی آنکھوں کے تارے اور بہنوں کے دلارے محسن کے لیے بھی لیٹر آچکا تھا۔۔

محسن کی ماں کے لیے یہ خیال ہی جان لیوا تھا کہ محسن انکی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے اور وہ بھی دو سال کے لیے۔

بہنیں بھی اداس تھیں، محسن کے بڑے بھائی نے ہنس کر کہا ماما جب میں ٹریننگ پر گیا تھا اس وقت تو آپ نے میرے جانے کی کوئی مخالفت نہیں کی اب محسن کے جانے کی مخالفت کر رہی ہیں۔

آپ اتنی پریشان نہ ہوں محسن وہاں سے سدھر کر نہیں بلکہ سب کو سدھار کر آئے گا۔

بابا نے بھی بیٹے کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا ارے بھئی اگر یہ ٹریننگ پہ نہیں گیا تو نہ ہی اسے نوکری ملے گی اور نہ ہی چھوکری۔ محسن جو کافی دیر سے سب کی باتیں سن رہا تھا بڑے لاڈ سے ماں کی گردن میں بانہیں ڈالیں اور کہا میری جان سے پیاری ماما میں کوئی جنگ لڑنے تھوڑی جا رہا ہوں اور پھر دوسال میں کئی بار چھٹی بھی ملے گی آپ سے رابطہ بھی رہے گا۔ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ پھر محسن نے شرارت سے مسکرا کر کہا "کیاآپ چاہتی ہیں کہ آپ کے اس لاڈلے بیٹے کو نہ نوکری ملے نہ چھوکری"

محسن کے لیے ماں کی اس بے چینی اور بے قراری کو صرف خدا ہی جانتا تھا۔

صرف اس اوپر والے کو ہی پتا تھا کہ اس ماں کو ایک عظیم امتحان سے گزرنا ہے۔

ہاں ! شاید یہ ماں اسی احساس کے تحت بیٹے کی جدائی تحمل نہیں کرتی۔ بیٹے کے پاس وقت کم تھا اور یہ ماں اس کم وقت میں اپنے چاند کو نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دینا چاہتی تھی۔

محسن کو صبح ٹریننگ کے لیے چلے جانا تھا ماما اور بہنیں محسن کے ارد گرد بیٹھی محسن سے باتیں کرتی رہیں۔ محسن ہنس ہنس کے کہتا رہا ارے بھئی مجھے سمجھ نہیں آرہی تم لوگوں کو کیا ہوا ہے، ایسا لگ رہا ہے جیسے میں کبھی واپس ہی نہیں آؤں گا۔

یہ سن کر ماما کی آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ بولیں جانِ ماما! تم مجھ سے مذاق میں بھی واپس نہ آنے اور مرنے ورنے کی باتیں مت کیا کرو۔ تم نہیں جانتے جب بیٹا جوان ہوتا ہے تو ماں کی سانسیں اس بیٹے کے دم سے چل رہی ہوتی ہیں اور یہ تم بار بار کیا کہتے ہو کہ شہادت کا دروازہ بند ہوگیا۔۔ میں کیا کروں؟؟ لاکھوں جوان اس ملک کی سربلندی اور امنیت کے لیے خون دے چکے ہیں۔ ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ ہم سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔

مگر محسن کی بلند روح شہادت کی پیاسی تھی، وہ تو بچپن سے ہی خدا کی رضا حاصل کرنے کی تگ و دو میں تھاتاکہ خدا اپنے بہترین بندوں میں اس کا انتخاب کر لے۔ اور یہ بات تو محسن بچپن سے ہی سنتا آ رہا تھا کہ

"جو لوگ خدا کی جستجو کرتے ہیں وہ خدا کو پالیتے ہیں اور جب خدا اپنے کسی بندے کا عاشق ہو جائے تو اسے مار (شہادت) دیتا ہے اور اس کا خون اپنے ذمے لے لیتا ہے"

اس پاکیزہ کردار جوان کو نہیں معلوم تھا کہ پروردگار اس کا انتخاب کرچکا ہے اور جلد ہی اسے اس کے عشق کی قیمت عطا کرنے والا ہے۔

محسن جب فوجی چھاؤنی پہنچا تو ایک چھوٹا سا بیگ اس کے کندھے پر تھا جس میں محسن کے دو جوڑے کپڑے اور کچھ ذاتی ضرورت کی چیزیں تھیں۔ مگر یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ محسن کے ہمراہ کئی کارٹن تھے جو کتابوں سے بھرے ہوئے تھے یہ کتابیں مختلف موضوعات خصوصاً مقدس دفاع میں شہدا کی ذہانت اور ان کی جنگی مہارتوں کے بارے میں تھیں۔

محسن کے ساتھ کمرے میں تین لڑکے تھے انہوں نے جب محسن کو اتنے ساز و سامان کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا ان میں سے ایک نے طنزیہ انداز میں محسن سے کہا "لگتا ہے ان کارٹنوں میں سرف کے ڈبے ہیں کیاآپ کی یہاں ہمارے کپڑے دھونے کی ڈیوٹی لگی ہے؟" محسن نے سب سے ہاتھ ملایا اور مسکرا کر کہا میرے پیارے بھائیو! میرے لیے خوشی کا باعث ہے کہ میں آپ سب کی کوئی خدمت کرسکوں۔ آج سے آپ کے کپڑے میں دھویا کروں گا اور جب تک اس روم میں ہوں روم کی صفائی کی ڈیوٹی بھی میری ہوگی۔ محسن کے روم میٹ پہلی ہی ملاقات میں محسن کے حسنِ اخلاق کے گرویدہ ہوگئے۔

پیغمبرؐ اکرم کی حدیث مبارک ہے.

"تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ جو لوگوں سے محبت سے پیش آتا ہے"

بحارالانوار ج _ 67 _ ص _ 309

اور یقیناً محسن رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق ہے۔

(نوٹ: صرف محسن حججی ہی نہیں بلکہ تمام شھدا اس حدیث مبارکہ کے مصداق ہیں)

اب تک مجھ ناچیز نے مقدس دفاع کے جتنے شہیدوں خصوصاً کمانڈرز کی زندگیوں کا مطالعہ کیا ہے سب کو اخلاق اور صبر و ضبط کی اعلی منزل پر پایا ہے۔

بے شک شہدا نے معراج شہادت تک پہنچنے کے لیے پہلے اپنے نفس سے جنگ لڑی ہے۔ خدا کو پانے کے لیے خدائی اصولوں پر عمل کیا ہے جب ہی خدا کی طرف سے شہادت جیسا انمول تحفہ انہیں عطا ہوا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

محسن نے بہت پہلے اپنے راستے کو منتخب کرلیا تھا اس سے کہیں پہلے کہ شام اور عراق سے اس کا گزر ہو۔ اسے شدت سے شہادت کی پیاس تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ شہادت کے لیے اس کا انتخاب ہوچکا ہے اور وہ بھی ایسے مقام پرجو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ ایک امن و امان اور پرسکون ماحول میں زندگی گزارنے والا جوان اپنے لیے شدت سے شہادت کی آرزو کر رہا ہے۔

یقیناً محسن جیسے جوان مکتب اہلبیت کے تربیت یافتہ ہیں۔

محسن کی تشنگیِ شہادت اس وقت اور بڑھی جب محسن نے کمانڈر شہید احمد کاظمی کی شہادت کی خبر سنی۔۔

شہید احمد کاظمی کی شہادت کے وقت محسن کی عمر چودہ سال تھی۔

محسن کو شہید احمد کاظمی سے بے پناہ محبت تھی محسن ان کی جہادی زندگی اور مقدس دفاع میں ان کے عظیم کارناموں سے بے حد متاثر تھا۔ محسن سے جب بھی ان کی ملاقات ہوتی ان سے یہ سوال ضرور پوچھتا کہ آقا کیسے آپ نے یہ معرکے انجام دے لیے۔ اگر ایک بار پھر کسی ملک سے جنگ چھڑ گئی تو کیا ہم بھی آپ سب کی طرح اتنا عزم و حوصلہ دکھا پائیں گے۔

شہید کاظمی مسکرا کر جواب دیتے:

''میرے بچو خدا کی ذات پر مضبوط ایمان کے بعد بڑی سے بڑی مصیبت بھی خوبصورت لگتی ہے اور جیسا کہ ہماری شہزادی زینب سلام اللہ علیہا نے دربار یزید میں فرمایا تھا:

''ہم نے سوائے خوبصورتی کے کچھ نہیں دیکھا''

یقیناً ایسا ہی ہے''

اور محسن کو جب اپنی سب سے پسندیدہ ہستی کی شہادت کی خبر ملی کئی دن تک محسن صدمے کی حالت میں رہا۔

محسن ہفتے میں دو دن شہید کاظمی کے مزار پر حاضری ضرور دیتا اور ان سے عہدوپیمان باندھتا۔ یہ شہادت کا متوالاچودہ سال کا نوجوان ایسے وقت میں شہادت طلب کر رہا تھا جب ملک میں ہر طرف امن و امان تھا۔ ظاہراً جنگ کے بادل بھی سروں پر نہ تھے آسمان روشن اور صاف تھا۔

مگر یہ نوجوان یہ بات جانتا تھا کہ اگر انسان خلوص دل سے کسی چیز کو پانے کی جدو جہد میں لگ جائے تو اسے پا کر دم لیتا ہے۔

محسن کو شہید احمد کاظمی کے وہ الفاظ یاد تھے جب آپ مقدس دفاع کے دوران اپنے خدا سے دعا کرتے تھے کہ۔۔

''خدایا مجھے ابھی شہادت نہیں چاہیے، مجھے ایسے دور میں شہادت عطا فرمانا کہ جب شہادت کا مفہوم لوگوں کے ذہنوں سے مٹ رہا ہو، دور دور بھی شہادت کے امکان نہ ہوں لوگ یہ سمجھ رہے ہوں کہ باب شہادت بند ہوچکا ہے''

ہاں مگر شہادت کے متوالے یہ آرزو اپنے سینے میں چھپائے اس وقت کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کا پروردگار کیسے اور کسطرح ان کی آرزو پوری کرتا ہے۔

کیونکہ شہادت کے متوالوں کے لیے باب شہادت کبھی بند نہیں ہوتا۔

(نوٹ: شہید احمد کاظمی رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای سے ایک مشن کا دستور لے کر نکلے۔ آپ کے ہمراہ ملک کے کچھ اعلی کمانڈرز بھی تھے۔ تہران کی حدود سے باہر نکلتے ہی یہ فوجی طیارہ کچھ فنی خرابی کی وجہ سے اپنی منزل کو نہ پہنچ سکا اور راستے میں ہی تباہ ہوگیا۔

2005 روز عرفہ۔۔۔شہید احمد کاظمی شہادت کا جام پی کر اپنی دیرینہ آرزو کو پہنچ گئے)

اس سال ماہ مبارک رمضان میں محسن نے نجف آباد کی تمام مساجد میں کتابوں کے اسٹالز لگوانے کا اہتمام کیا۔ اس کام کے لیے اپنی عمر کے لڑکوں کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ کس طرح لوگوں میں کتابوں کے مطالعے کی ترویج اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

محسن کو اس حد تک کتابوں سے لگاؤ تھا کہ وہ اپنے دوستوں اور عزیز رشتہ داروں کو بھی کتابیں ہی گفٹ کرتا۔ محسن کی بہنیں اکثر اسے چھیڑتیں بھیا کتابوں کے علاوہ بھی ہمیں کچھ گفٹ کر دیا کرو۔ محسن ہنس کر کہتا کتاب سے بہترین کوئی تحفہ نہیں۔ پھر محسن بھی

انہیں چھیڑتا کہ تم دونوں کو تو خاص طور پر کتابوں کے مطالعے کی ضرورت ہے تاکہ کچھ عقل آجائے۔ بہنیں بھی مذاق میں کہتیں کہ اپنی خیر مناؤ جب بیوی آ کر تمہاری ساری کتابیں اسٹور میں ڈال دے گی اور تمہیں کتابیں نہیں پڑھنے دے گی۔

محسن بھی فورا جواب میں کہتا میں تو ایسی بیوی لاؤں گا جو مطالعے کی شوقین ہوگی۔

(یہ بات تو شہید محسن نے ہنسی مذاق میں کہی مگر حقیقت میں بھی اپنی زوجہ سے آشنائی کا سبب یہ کتابیں ہی تھیں)

محسن کی اس ادارے کے لیے انتھک محنت اور خلوص سب سے بڑھ کر وہاں آنے والوں سے اخلاق و محبت سے ملنا اس ادارے کے باقی افراد کے لیے حیران کن تھا۔ اس ادارے میں جتنے افراد کام کر رہے تھے سب ہی خوش اخلاق اور مذہبی تھے۔ یہ تمام افراد یہ عہد کرتے تھے کہ شہید احمد کاظمی کو اپنے لیے چراغ ھدایت بنائے رکھیں گے۔ اور محسن ان سب میں کم عمر ہونے کے باوجود سب میں نمبر لے گیا تھا۔

ادارے کے پرنسپل کی محسن پر خاص توجہ تھی۔

(نوٹ: اس ادارے کے ہیڈ نے شہید حججی کی شہادت کے بعد انٹرویو میں بتایا کہ میں اکثر محسن کو دیکھ کر سوچتا کہ محسن میں شہید احمد کاظمی کی کتنی جھلک ہے۔ اس بچےَ نے کتنی جلدی اپنے آپ کو شہید کاظمی کے وجود میں پالیا۔ یقیناً اس کے نصیب میں بھی شہادت لکھی ہے)

اور پھر محسن نے اپنی زندگی میں شہید احمد کاظمی کا انتخاب کرلیا۔ شہید احمد کاظمی محسن کے راہنما بن گئے۔ انہوں نے محسن کا ہاتھ ایسا تھاما کہ محسن سو سال کا راستہ ایک ہی رات میں طے کر گیا۔ شہید احمد کاظمی محسن کی روح کو بلندیوں تک پہنچانے میں بہترین مددگار ثابت ہوئے۔

مگر اس جوان کو پرواز کی جلدی تھی اس کے پاس وقت کم تھا اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ وہ ابھی کم عمر ہے اس کے ابھی کھیل کود اور بے فکری کے دن ہیں۔ ہرگز نہیں .....

وہ تو ایسے راستوں کی تلاش میں رہتا تھا جن پہ چل کر وہ بھی اپنے پروردگار کے مقرب بندوں میں شامل ہوجائے، وہ بھی اہلبیتؑ کی آنکھوں کا تارا بن جائے۔ میں کہوں گی اے عاشق حسینؑ! وہ دن دور نہیں جب خدا تک پہنچنے کی تمہاری ان ساری ریاضتوں کو خود اہلبیت علیہم السلام خرید لیں گے اور تم نہ صرف زمین والوں بلکہ آسمان والوں کی بھی آنکھ کا تارا بن جاؤ گے۔

شہید احمد کاظمی کی شہادت کے ایک سال بعد 2006 میں نجف آباد میں شہید احمد کاظمی کے نام سے ایک ثقافتی ادارے کی بنیاد رکھی گئی یہ تعلیمی اور تربیتی ادارہ ذہین طالب علموں سے مختص کیا گیا۔ مختلف سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس کا ایک شعبہ شہید احمد کاظمی کے نام سے کتابوں کی اشاعت اور کتب بینی کی ترویج و ترغیب سے مختص کیا گیا۔

محسن جسے شہید احمد کاظمی سے بے پناہ محبت تھی، نے اس ثقافتی ادارے کی رکنیت حاصل کی۔ پہلے محسن نے اسپورٹس کے شعبے کا انتخاب کیا تھا لیکن کچھ دن بعد ہی محسن کا دل وہاں سے اچاٹ ہو گیا کیونکہ اسے کتابوں کا مطالعہ کرنے کا ٹائم کم ملتا تھا۔ اس مرکز کے پرنسپل نے محسن کو مشورہ دیا کہ کتابوں کی اشاعت اور لکھنے لکھانے کے شعبے میں آ جائے۔ محسن نے ان کی بات مان لی اور اسپورٹس کے شعبے سے کتابوں کی اشاعت کے شعبے میں آ گیا۔

کتابوں کی اشاعت کے شعبے میں قدم رکھتے ہی محسن کو جیسے دنیا مل گئی۔ وہ اسکول سے گھر آتے ہی ادارے دوڑتا۔ ماما کھانے کے لیے آوازیں لگاتی رہ جاتیں مگر محسن کو کھانے پینے سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ پھر ماما یہ کرتیں کہ محسن کا ٹفن تیار رکھتیں اور چلتے وقت اسے زبردستی پکڑا دیتیں۔

محسن بہت لگن سے لوگوں میں اچھی اور معیاری کتابوں کے مطالعے کی ترویج کے لئے کام کر رہا تھا۔

اور اب محسن کے چلے جانے سے جہاں باقی سب اداس تھے وہیں زہرا بھی بے حد اداس ہوگئی۔

امتحانوں کے بعد زہرا نے بھی کتب بینی اور کتابوں کی اشاعت کے شعبے میں اپنی سرگرمی کا آغاز کیا۔ زہرا کو یہ دو سال دو صدیاں لگ رہے تھے۔ البتہ محبت کا یہ احساس ایک طرفہ نہیں تھا۔ دونوں کے دلوں میں اس پاکیزہ محبت نے جگہ بنا لی تھی۔ (جبکہ عام تاثر یہی ہے کہ شاید شہید پتھر دل ہوتے ہیں جو لطیف جذبات سے عاری ہوتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ الہی حدود و قیود کی پابندی کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم یہاں اللہ کی امانت ہیں اور یہ زندگی کسی مقصد کا نام ہے) محسن کو پرواز کی جلدی تھی مگر وہ ایک پر سے تو پرواز نہیں کرسکتا تھا۔ شہید احمد کاظمی نے زہرا کی شکل میں محسن کو دوسرا پر بھی فراہم کر دیا۔ محسن کو زہرا میں وہ تمام خصوصیات نظر آئیں جو اس جوان کو اس کے مقصد تک پہنچا سکتی تھیں۔

کہتے ہیں کہ تمام شہدا کو اپنے آقا و مولا امام حسین علیہ السلام کی جانب سے یہ مشن دیا جاتا ہے کہ وہ زمین پر موجود افراد کی راہنمائی کریں۔ اسی لیے شہدا کو روشن ستارے اور راستوں کا چراغ کہا گیا ہے۔ اور بے شک جنہیں اہلبیت علیہم السلام انتخاب کریں یقیناً وہ ہمارے لیے بہترین راہنما ہوں گے۔

شہید احمد کاظمی کے اس ثقافتی اور تعلیمی ادارے میں انتہائی لگن اور محنت سے کام کرتے ہوئے محسن کو تین سال ہونے کو آ رہے تھے۔ مگر محسن کے لیے یہ سب ناکافی تھا محسن کی پیاسی روح اسی وقت سیراب ہوتا تھی جب محسن اپنا سر اہلبیتؑ کے قدموں میں رکھ دیتا۔ یہ عشقِ حسینی سے سرشار نوجوان محرم، صفر اصفہان اور نجف آباد کے امام بارگاہوں میں جہاں بھی عزاداری کے لیے پہنچتا مظلومِ کربلا کے عزاداروں کی خدمت میں لگا رہتا۔ ہاں اہلبیتؑ کی خادمی کا درس تو ماں نے بہت بچپن سے محسن کو دیا تھا۔

پہلی بار جب محسن صرف چار سال کا تھا ماں نے پانی کا گلاس ننھے محسن کو تھماتے ہوئے کہا تھا:

محسن میری جان!

یاد رکھو ہم اپنے مولاؑ کے صدقے میں رزق پا رہے ہیں۔

اور ان سے شکر گزاری کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ ان کی خدمت کرنا اور انہیں راضی رکھنا... جاؤ یہ پانی مولاؑ کے پرسے کے لئے آئے ہوئے عزاداروں کو پلا آؤ۔

کبھی ماما محسن کو عزاداری میں لے کر آتیں تو بڑی عقیدت سے عزاداروں کے جوتے ترتیب سے رکھنا شروع کرتیں اور ننھے محسن سے بھی یہ کام کرواتیں۔ محسن کو یہ سب یاد تھا اور ماں کی نصیحت بھی ذہن میں تھی۔ اسی لیے پورے سال مذہبی سرگرمیوں میں شرکت کے علاوہ محسن کو محرم صفر کے مہینوں کا شدت سے انتظار رہتا تھا تاکہ اسے اپنے مولا کی خادمی کا موقع ملے۔

محسن کی عمر اٹھارہ سال ہو رہی تھی اور اسے لازمی فوجی ٹریننگ کے لیے جانا تھا۔ جتنے عرصے محسن لازمی فوجی ٹریننگ پر رہا ادارے میں اداسی کی فضا پھیلی رہی خصوصاً وہ لڑکے اور لڑکیاں جو محسن کے پاس امتحان کے دنوں میں ٹیوشن پڑھنے آتے تھے محسن کے بغیر بے حد اداس تھے۔

محسن کے شاگردوں میں ایک سولہ سال کی لڑکی زہرا بھی تھی۔ سر سے پیر تک سیاہ چادر میں لپٹی حیا کا پیکر بنی یہ لڑکی اس مہربان اور خوش اخلاق نوجوان کو اپنا دل دے بیٹھی تھی۔ محسن کا خوبصورت انداز بیان، نرم لہجہ، مسکراتی آنکھیں زہرا کے دل و روح میں اتر چکی تھیں۔ امتحانوں کے بعد بھی زہرا کوئی نہ کوئی کتاب لینے کے بہانے ادارے کے چکر لگاتی رہتی۔ محسن نے جب شہدا سے زہرا کی عقیدت اور محبت دیکھی تو اسے کتابوں کے متعلق راہنمائی کردیتا۔ اب محسن زہرا کو ہر مہینے مقدس دفاع سے متعلق یا اہلبیت علیہ السلام کی سیرت اور ان کے الہی کاموں سے متعلق ایک کتاب پڑھنے کو دے دیتا اور پھر زہرا سے اس کا امتحان بھی لیتا۔

آغاز زندگی

محسن دو سال کی اس ٹریننگ میں ایک دلیر شجاع اور اپنے ارادوں میں مصمم جوان کا روپ دھار چکا ہے۔ محسن کو ٹریننگ سے واپس آئے دو تین دن ہو گئے تھے ابھی ادارے میں کسی کو محسن کے آنے کی اطلاع نہیں تھی۔ فی الحال تو محسن ماں بہنوں کے جھرمٹ میں گھرا ہوا تھا۔ ماما کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے آنکھوں کے تارے کے لیے کیا کیا پکا کر رکھ دیں۔

حقیقت یہ تھی کہ ان دو سالوں میں ایک بار بھی چھٹی پر گھر نہیں آسکا تھا۔ کیونکہ چھٹیاں منسوخ کرکے اسے گوریلا ٹریننگ پر بھیج دیا گیا تھا۔ اگرچہ محسن ادارے جانے کے لیے بے چین تھا۔ لیکن گھر والوں کی وجہ سے دو تین دن گھر میں ہی گزار لیے۔

جس دن محسن ادارے پہنچا مقدس دفاع کے ایام کے سلسلے میں کتب میلے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ محسن کو دیکھ کر سب خوشی سے محسن سے لپٹ گئے۔ محسن کے انچارج آغای خلیلی نے بھی محسن کو گلے لگایا اور کہا میرے دوست تم تو ایلے گئے کہ دوسال تک خبر ہی نہیں لی۔ اب تم آگئے ہو تو کتب میلے کی تیاری میں ہاتھ بٹانا شروع کر دو۔ محسن نے اپنے مخصوص انداز میں مسکرا کر جواب دیا مجھے بھی آپ سب کی بہت یاد آئی۔

مقدس دفاع کے حوالے سے کتب میلے کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ اس بار طے یہ ہوا تھا کہ یہ کتب میلہ شہید احمد کاظمی کے ادارے کی طرف سے پورے اصفہان اور نجف آباد میں برگزار کیا جائے گا۔ محسن کی یونیورسٹی کی کلاسز بھی شروع ہو چکی تھیں، ان کلاسز کے ساتھ ساتھ محسن کتب میلے کی تیاری میں بھی سخت مشغول تھا۔ ایک روز محسن نے اپنے انچارج آغای خلیلی سے کہا آغا صاحب آپ میرے گہرے دوست بھی ہیں اور میری فکر سے بھی واقف ہیں اس ادارے میں جو خواہران کام کر رہی ہیں آپ انہیں میں سے کسی ایک کو مجھے معرفی کریں۔ مجھے پرواز کی جلدی ہے میں ایسی لڑکی کو شریک حیات بنانا چاہتا ہوں جو اس پرواز میں میری مددگار ثابت ہو۔ آغای خلیلی نے مسکرا کر محسن کو گلے لگا لیا اور کہا محسن جان جب میں تمہاری بلند فکر، خدا تک پہنچنے کے لیے تمہاری ریاضت اور شہادت کے لیے تمہاری تڑپ دیکھتا ہوں تو مجھے تم پر رشک آتا ہے اور اپنے آپ سے شرمندگی ہوتی ہے۔ تمہارے لیے شریک سفر کا انتخاب خود شہید کاظمی ہی کریں گےاور مجھے یقین ہے وہ بہت جلد تمہیں اپنے پاس بلا لیں گے۔ تم جیسے پاک جوانوں پر تو آسمان والے بھی ناز کرتے ہیں۔

آج جب آغای خلیلی نے محسن کے سامنے زہرا کا نام لیا تو محسن سمجھ گیا کہ شریک زندگی کے انتخاب میں بھی شہید نے ہی اس کا ہاتھ تھاما ہے۔

آغای خلیلی نے محسن سے کہا کہ وہ زہرا کے گھر والوں کو جانتے ہیں۔ زہرا میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جیسا کہ تم چاہتے ہو.

اس رات محسن شہید احمد کاظمی کے مزار پر زیارت کے لیے گیا۔ اس رات محسن نے اپنے مسیحا سے ڈھیر ساری باتیں کیں اور کہا شہید عزیز !!! مجھے آپ کے انتخاب پر اطمینان ہے۔ بس میرے لیے دعا کیجیے کہ یہ لڑکی مجھے جلد سے جلد میرے مقصد تک پہنچا دے میرے لیے دعا کیجیے گا کہ شادی کے بعد میرے ایمان میں سستی نہ آجائے ۔ عطش شہادت کہیں کم نہ ہوجائے۔

یقیناً شہید نے جواب میں کہا ہوگا..

《محسن جان !!! فکر نہ کرو میں نے تمہارے لیے جس لڑکی کا انتخاب کیا ہے وہ بھی معمولی لڑکی نہیں ہے

جب تم حسینی مشن پر نکلو گے تو یہ لڑکی عزم زینبی لے کر تمہارے مشن کی تکمیل کرے گی۔ یہ لڑکی ہرگز تمہارے ایمان کو سست نہیں ہونے دے گی۔ تمہاری عطش شہادت کو کم نہیں ہونے دے گی》

اس روز کتب میلے میں محسن نے دفاع مقدس کے حوالے سے ایک کتاب کا انتخاب کیا جس کا عنوان تھا۔(طوفانی دیگر در راه است) (ایک اور طوفان راستے میں ہے) کتاب کو بہت خوبصورت گفٹ پیپر میں پیک کیا اور گلاب کے پھول کی ایک شاخ کے ساتھ لے جاکر زہرا کو پیش کی۔

دو تین دن کے بعد زہرا نے بھی اسی طرح خوبصورت گفٹ پیپر میں ایک کتاب جس کا عنوان تھا 《مرد سالہای ابری》 (برساتی دنوں کا ساتھی) اور گلاب کی ایک شاخ محسن کو پیش کی۔ یہ ان دو پاکیزہ دلوں کی محبت کا باقاعدہ آغاز تھا۔

محسن نے رات میں ہی بغیر کوئی تمہید باندھے ماما کو زہرا کے بارے میں بتانا شروع کیا.... ماما نے اپنے عزیز بیٹے کی بات کو غور سے سننے کے بعد زانو پہ سر رکھے محسن کے بالوں میں محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا میں قربان جاؤں میرے شہزادے تم اتنے بڑے ہوگئے کہ تمہیں ہمسفر کی ضرورت پڑ گئی۔

محسن نے جواب دیا ماما میں نے اس لڑکی سے اس موضوع پہ کوئی بات نہیں کی ہے، بس مجھے ایسا لگتا ہے میرے عزیز دوست شہید احمد کاظمی نے اس لڑکی کو میرے لیے منتخب کیا ہے۔ ماں نے خوش ہوکر کہا میری جان میں جانتی ہوں تم کتنے سمجھدار ہو یقیناً تم اپنے لیے بہترین شریک زندگی انتخاب کرو گے، مجھے اپنے بیٹے پر مان ہے۔ پھر ماں نے محسن سے کہا میں آغای عباسی کی فیملی کو جانتی ہوں ہو سکتا ہے وہ مجھے نہ جانتی ہوں۔ ان کی ایک ہی بیٹی ہے جس کا نام زہرا ہے۔ اکثر امام بارگاہ میں اپنی ماں کے ساتھ دکھائی دیتی ہے بہت ہی پیاری بچی ہے مگر ابھی تو پڑھ رہی ہے۔اس کے والدین اتنی آسانی سے راضی نہیں ہوں گے۔رات میں جب تمہارے بابا آئیں گے تو ان سے بات کروں گی۔ بابا اور بھائی جب گھر آئے تو ماں نے محسن کی بات انہیں بتائی۔

ماں کی بات سن کر بھائی نے بڑے زور کا قہقہ لگایا اور کہا اسے دیکھو ابھی بیس سال کا ہوا ہے پڑھائی بھی مکمل نہیں ہوئی نوکری بھی نہیں شروع کی اور اسے شادی کی پڑ گئی۔ بڑی جلدی ہے اسے شادی کی، پہلے اپنے پیروں پر تو کھڑا ہو جائے (کس قدر پاکیزہ سوچ کے ساتھ اس جوان نے اپنے مقصد کو پانے کے لیے ہمسر کا انتخاب کیا اور اسی جذبے سے یہ بات والدین کو بتائی... کاش ہمارے جوان بھی اس سے سبق لیں.. انشااللہ)

مگر محسن کے والد سرجھکائے کچھ سوچ رہے تھے۔ انہیں بھی محسن پر اعتماد تھا وہ جانتے تھے کہ محسن بچپن سے ہی اپنی عمر کے بچوں سے کہیں زیادہ سمجھدار ہے۔ مگر بڑے بیٹے کی بات بھی صحیح تھی ابھی شادی کرلینا محسن کے لیے جلدی تھی۔

اے کاش کوئی یہ بات محسن کے بابا کو بتا دیتا کہ زمین والوں کو جلدی نہیں ہے مگر آسمان والوں کو اس آسمانی جوان کو اپنے پاس بلانے کی جلدی ہے۔ اسی لیے اس کے پرواز کی راہیں تیزی سے ہموار کی جا رہی ہیں۔

طے یہ پایا کہ آغای خلیلی کے ہی ذریعے زہرا کے گھر والوں سے ملاقات کا ٹائم لیا جائے۔ زہرا کے گھر والوں نے انتہائی خوش اسلوبی سے انہیں روز جمعہ اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ جمعے میں ابھی تین دن باقی تھے۔ وہ تین دن محسن کی بہنوں اور ماں کے لیے بڑی

گھبراہٹ میں گزرے۔ اگر زہرا کے والدین نے منع کر دیا تو ان کے جان سے پیارے بھائی کا دل ٹوٹ جائے گا اور محسن کے گھر والوں کو محسن کی پریشانی ہرگز برداشت نہ تھی۔

مگر محسن بہت مطمئن تھا۔ اسے پروردگار کی ذات پر مکمل بھروسہ اور اعتماد تھا۔

بالاخر جمعہ کا دن بھی آن پہنچا۔ محسن اپنے بابا اور بھائی کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آیا تو بہنوں اور ماما کو چلنے کے لیے تیار پایا۔

راستے سے مٹھائی کا ڈبہ اور پھولوں کا گلدستہ لے کر سب آغای عباسی کے ہاں پہنچے۔ آغای عباسی نے بہت گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا اور انہیں بہت عزت سے ڈرائینگ روم میں لے جا کر بٹھایا۔

آغای عباسی اس سے پہلے کہ محسن سے کوئی سوال کرتے محسن کے چہرے پر پھیلا سکون اور اطمینان ہی ان کو حیران کر گیا۔

محسن اور زہرا کے والدین کے درمیان کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی۔ محسن کی تعلیم اور اس کی جاب کے بارے میں سوالات کیے۔ محسن نے بتایا کہ الیکٹریکل انجینئرنگ میں اس کا پہلا سال ہے اور کبھی کبھی اسے کسی پلازہ میں بجلی کی فٹنگ کا کام مل جاتا ہے۔

زہرا کے والدین کو یہ باایمان لڑکا دل و جان سے پسند آ گیا تھا۔ انھوں نے محسن کی مالی پوزیشن کے بارے میں زیادہ گفتگو ہی نہیں کی اور زہرا کو چائے لانے کے لیے آواز دی۔

(نوٹ: ایران میں رسم یہ ہے کہ اگر لڑکا، لڑکی کے گھر والوں کو پسند آ جاتا ہے تو وہ اپنی بیٹی سے لڑکے کو چائے پیش کرنے کا کہتے ہیں۔ باقی کے مراحل بعد میں طے ہوتے ہیں۔ اگر لڑکا ابتدائی سوال جواب کے بعد والدین کے معیار پر پورا نہیں اترتا ہے تو لڑکی مہمانوں کے آگے چائے پیش نہیں کرتی ہے)

(ہمارے ملک کے رواج سے تو آپ واقف ہیں..کاش کہ رشتے عزت و ایمان کی بنیاد پر ہونے شروع ہو جائیں)

زہرا مکمل حجاب کئے ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے انتہائی باوقار انداز میں ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی۔ ڈرائینگ روم میں موجود مہمانوں کو باآواز بلند سلام کیا پھر باری باری سب کو چائے پیش کی۔ زہرا چائے کی ٹرے لیے جب محسن کے پاس پہنچی تو محسن نے اسی طرح نگاہیں جھکائے ہوئے زہرا کو سلام کیا اور چائے کا کپ زہرا سے لے لیا۔ زہرا بھی دھیمی آواز میں سلام کا جواب دے کر اپنے والد کے کنارے جا کر بیٹھ گئی۔ محسن کی ماں اور بہنوں نے پسندیدگی کی نگاہ سے زہرا کو دیکھا۔

چائے کا دور ختم ہوا تو آغاے عباسی نے زہرا اور محسن کو اجازت دی کہ آپس میں گفتگو کر لیں۔ گفتگو کے لیے اجازت دینے کا مطلب تھا کہ زہرا کے والدین کو لڑکا پسند آ گیا۔ محسن کی ماں کے دھڑکتے دل کو تھوڑا قرار آیا، دور ہی دور سے بیٹے کی بلائیں لے ڈالیں۔

زہرا اور محسن وہاں سے اٹھ کر گفتگو کرنے ساتھ والے کمرے میں آئے۔ محسن نے جیب سے چھوٹا سا قران پاک نکالا، زہرا سے کہنا شروع کیا۔ زہرا میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے--- اور پھر آغاے خلیلی نے بھی آپ ہی کو معرفی کیا۔ میں کئی بار قرآن پاک کی

آیات کے ذریعے خدا سے رہنمائی لے چکا ہوں۔ کل رات جب میں نے قرآن پاک کھول کر پروردگار عالم سے رہنمائی طلب کی تو یہ آیت نکلی۔

سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر 68

ترجمہ: "ہم نے کہا ڈرو نہیں.. بے شک غالب آنے والے تم ہی ہو"

(نوٹ: زہرا کہتی ہیں مجھے اس وقت اس آیت کے معنی و مفہوم زیادہ سمجھ میں نہیں آئے تھے لیکن اب محسن کی شہادت کے بعد اس کے معنی اچھی طرح سمجھ میں آگئے)

زہرا میں آپ کو شریک زندگی بنانے کے لیے اللہ کے کلام کا سہارا لے رہا ہوں۔

اس کے بعد محسن نے بسم اللہ کہہ کر قران کھولا۔۔۔

سورۂ نور، آیت نمبر 31

"اور ایمان والی عورتوں سے کہیے اپنی نگاہوں کو ذرا بند رکھیں۔ اپنے پوشیدہ اعضا کی حفاظت کریں۔ اپنے بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کریں سوا اس کے، کہ جو اوپر سے ظاہر ہو"

محسن نے قران پاک کو بند کیا اور زہرا سے مخاطب ہوا۔ زہرا مجھے قران پاک کی اس آیت کے مطابق شریک حیات چاہیے۔ کیا آپ قران پاک کی اس آیت کے مطابق میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تیار ہیں؟ زہرا جو سر جھکائے صرف ابھی تک سن رہی تھی۔ بے ساختہ لبوں سے نکلا جی بالکل۔ محسن نے مسکرا کر کہا میری ایک عرض اور ہے پھر آپ اپنی شرائط مجھے بتادیجیے گا۔ زہرا نے سوالیہ نظروں سے محسن کی جانب دیکھا۔

زہرا میں نے شہدا کے دسترخوان سے نوالہ اٹھایا ہے۔۔ میں چاہتا ہوں میری ہمسفر پہلے مجھے سعادت پھر شہادت کی منزل تک پہنچانے میں میری مددگار ثابت ہو۔ کیا آپ اس راستے میں میری مدد کریں گی؟ زہرا جو پہلے ہی محسن کی سچائی، اس کی مضبوط شخصیت اس کی پاکیزہ نگاہوں پر ایمان لے آئی تھی۔

جو خود جذبہ شہادت دل میں لیے تھی جس کی دعاؤں میں خدا سے ایک دعا یہ بھی تھی۔ خدایا مجھے ایسا شریک سفر عطا کرنا جس کے ایمان کی ضمانت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے لی ہو۔ اور محسن سے مل کر زہرا کو یقین آ گیا تھا کہ وہ محسن ہی ہے جس کی ضمانت جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے لی ہے۔ وہ محسن سے مخاطب ہوئی "آغا محسن میری کوئی شرط نہیں۔ میں نے خدا سے جو مانگا تھا وہ مل گیا۔میں نے بھی شھدا کے دسترخوان سے نوالہ اٹھایا ہے۔اور میں اس بات پہ ایمان رکھتی ہوں کہ شھدا نے ہی ہمیں ایک دوسرے سے ملوایا ہے۔آپ مجھے ہر منزل پر اپنا مددگار پایئں گے۔ بس آپ سے صرف اتنا کہنا ہے کہ میں اپنے بابا کی اکلوتی اولاد ہوں۔آپ کو میرے بابا کا بیٹا بن کر رہنا ہوگا"

محسن نے مسکرا کر زہرا کی طرف دیکھا اور کہا قبول ہے۔

یقین نہیں آتا ایمان سے لبریز یہ دو پاکیزہ جوان جو زندگی کے آغاز کے لیے خدائی عہد وپیمان باندھ رہے ہیں۔

جو ولایت اہلبیت علیہم السلام کے عشق کا جام پی کر جوان ہوئے ہیں .کیا اسی زمین کی مخلوق ہیں؟ جہاں لڑکی سب سے پہلے رشتہ کے لیے آنے والے جوان سے اس کی مالی پوزیشن کا سوال کرتی ہے اور لڑکا سب سے پہلے لڑکی کے حسن پر نگاہ کرتا اور اس کی ظاہریت کو تولتا ہے۔ بے شک زہرا اور محسن نے اپنی پاکیزہ محبت کو خدائی رنگ دے کر تمام جوانوں پر ثابت کر دیا کہ ایمان کی دولت کے ساتھ بھی زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

محسن اور زہرا جب گفتگو ختم کر کے ڈرایئنگ روم میں آئے تو ان دونوں کے چہروں پر محبتوں اور رضایت کے ستارے جھلملاتے دیکھ کر سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سب نے ایک دوسرے کو مبارک سلامت دینا شروع کی۔ زہرا کی والدہ نے مٹھائی کا ڈبہ کھول کر سب کا منہ میٹھا کروایا۔

عقد کی تاریخ بھی اسی دن طے کرلی گئی (ہمارے ہاں رسموں کی بات پہلے اور پھر کہیں آخر میں عقد کی بات ہوتی ہے تب تک چاہے لڑکا لڑکی جتنے بھی گناہ کر لیں لیکن رسمیں اور بے جا اسراف سے دامن نہیں چھڑایا جاتا)

اس ہفتے کی شب جمعہ عقد کی تاریخ ٹہرائی گئی۔۔

2 نومبر 2012

صبح ہی سے محسن کے گھر میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

ماں تو خوشی سے کئی کئی بار اپنے جگر گوشے کی بلائیں لے چکی تھیں۔ کبھی اپنے نور نظر کو لوبان سے دھونی دیتیں۔۔تو کبھی پیسوں سے صدقہ اتارتی تھیں۔ خوشی کی تو بات تھی ہی آج ان کے نور چشم کا نکاح تھا۔

نکاح کی تقریب نہایت سادگی سے منعقد کی گئی (عزیزان یہاں سادگی پر توجہ فرمائیں کہ اہلبیتؑ کے ماننے والے اسراف و نمائش و بے جا رسومات سے دور رہتے ہوئے رشتوں کو پاکیزگی عطا کرتے ہیں)

عزیز رشتہ داروں نے آگے بڑھ کر مبارک باد دی۔ زہرا کے والد نے محسن کو گلے لگاتے ہوئے کہا "میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ایک باایمان، باتقوی بیٹا عطا کیا۔ محسن جان! میری تم سے ایک خواہش ہے، کیا تم میرے بیٹے بن کر رہنا پسند کرو گے؟" "بابا!!!آج سے مجھے اپنا بیٹا ہی سمجھیے" محسن نے سعادتمندی سے سر جھکا کر کہا۔ زہرا کی والدہ بھی بہت خوش تھیں۔ نکاح کے بعد زہرا کی والدہ نے محسن کی ماں سے گلے ملتے ہوئے کہا "خانم حججی!!! میں محسن کے عادت مزاج سے بالکل واقف نہیں۔ مگر میں اس کی نگاہوں میں صداقت اور اس کی گفتگو میں مٹھاس دیکھ کر پہلی دفعہ میں ہی محسن کی گرویدہ ہوگئی تھی۔ میں نے اپنی بیٹی کی تربیت

ایسی کی ہے کہ مجھے یقین ہے۔ میری بیٹی کا انتخاب غلط نہیں ہوگا" محسن کی ماں نے مسکرا کر کہا "بہن آپ بالکل پریشان نہ ہوں آپ کی بیٹی کو میرے محسن سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہو گی"

عشق الہی سے سرشار یہ دو جوان ایک دوسرے کو پا کر اپنے پروردگار کے بے حد شکر گزار تھے۔

تقریب کے اختتام پر محسن نے زہرا کے کان میں سرگوشی کی "زہرا! ایک بات سنو!!! ہم آج ہی شہید احمد کاظمی کی قبر پر چلتے ہیں۔ ان سے بہت زیادہ شکریہ ادا کرنا ہے، دو رکعت نماز شکر بھی پڑھنا ہے ان کے بہت احسانات ہیں مجھ پر" زہرا نے بھی حامی بھر لی...

محسن نے بہت خوبصورت گلدستہ بنوایا، شہید کے مزار پر پہنچے۔ گلدستہ شہید کے مزار پر رکھ کر دو رکعت نماز شکر پڑھی پھر دو رکعت نماز شہید کی خدمت میں ھدیہ کی۔

زہرا نے محسن سے کہا "محسن !!! اگر ہم اس وقت یہاں ایک ساتھ بیٹھے ہیں تو یہ شہید کاظمی کی ہی وجہ سے ہے۔ یقیناً ہماری آشنائی کا سبب شہید ہی ہیں۔ آؤ شہید سے عہد کرتے ہیں کہ ہمیشہ ان کے اور باقی تمام شھدا کے وفادار رہیں گے اور شہدا کے لیے کسی بھی خدمت سے دریغ نہیں کریں گے اور شہید احمد کاظمی کے ادارے میں بھی سرگرم رہیں گے"

کتنا خوبصورت سماں تھا عشق و محبت سے سرشار ان دو جوانوں کی معنویت سے بھری گفتگو کی خوشبو فضا کو معطر کررہی تھی۔

بے شک آج کے اس خطرناک دور میں جہاں جوانوں کو اپنا ایمان سنبھالنا مشکل ہوا جا رہا ہے ---- شہید محسن حججی جیسے جوان اور زہرا جیسی باایمان، باکردار لڑکیاں نایاب گوہر ہیں اور جب خدا دیکھتا ہے---دینداروں میں مایوسی کی فضا چھانی شروع ہوگئی ہے۔ غافل اور بے دین، مزید غفلت میں پڑتے جا رہے ہیں تو پروردگار عالم غافلوں کو بیدار کرنے اور دین داروں کو مایوسی سے نکالنے کے لیے شہید محسن حججی جیسے جوانوں کو میدان میں اتار دیتا ہے۔ یہ وہ افراد ہیں جو بظاہر ایک عام انسان کی مانند زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ مگر ان کی روح اور ذہن ایک عظیم مقصد کے لیے آمادہ ہو رہے ہوتے ہیں۔ وقت پڑنے پر--- یہ نایاب گوہر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ایسے چمکتے ہیں کہ خود خدا ہی ان انمول موتیوں کا خریدار ہو جاتا ہے۔

شہید کاظمی سے موسوم ادارے کے قیام کا ایک مقصد ثقافتی، تعلیمی اور تربیتی پروگراموں کے علاوہ ایران کے دوردراز غریب اور محروم آبادیوں والے علاقے میں جاکر اپنی مدد آپ کے تحت تعمیری اور ترقی کے کام بھی شامل ہیں۔ ان کاموں کے لیے جوانوں کی استعداد اور صلاحیتوں کے مطابق کام لیا جاتا ہے۔

محسن کی صلاحیتوں کو اور ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے محسن کو بھی اس ٹیم کے فعال رکن کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا تھا۔ اور ان پانچ سالوں میں محسن کو اتنا تجربہ حاصل ہو گیا کہ محروم علاقوں میں امداد کے لیے جانے والے جوانوں کی سربراہی محسن کو دی جانے لگی۔

ان سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ محسن نے اپنی پڑھائی بھی جاری رکھی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ محسن الیکٹرک انجینئرنگ کا کورس کر رہا تھا محسن کو کسی تعمیراتی بلڈنگ یا شاپنگ مالز میں بجلی کی فٹنگ کا کام مل جاتا۔

اس کام سے جو پیسے محسن کو ملتے ۔ محسن ایک گلک میں ڈالتا رہتا اور پھر یہ رقم محروم آبادی والے علاقوں میں جا کر ان پر خرچ کرتا۔

ادارے کے انچارج آقای خلیلی کا کہنا ہے کہ ایک بار ہمارے پاس رقم کم پڑ گئی۔ میں نے محسن سے کہا کہ کچھ رقم کم پڑ رہی ہے، فی الحال رقم کا انتظام ہو جانے تک سفر کا پروگرام کینسل کرنا ہو گا۔ مگر محسن نے یہ سن کر کہا سفر کینسل نہ کریں سمجھیں رقم کا انتظام ہوگیا ہے۔ دوسرے دن ، محسن نے تین ملین تومان مجھے لا کر دے دیے۔

آقای خلیلی نے بتایا کہ اسی طرح ایک بار اور ہمیں ترقیاتی کاموں کے لیے ایک محروم علاقے میں جانا تھا۔ مگر رقم کا انتظام نہیں ہو پا رہا تھا۔

بالآخر میں نے محسن سے کہا کہ تم اصفہان جاؤ اور وہاں کچھ لوگوں سے رقم کا انتظام کر کے آؤ، محسن نے حامی بھر لی۔

اس کے بعد سے محسن اکثر ادارے سے غائب رہنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک روز محسن کی والدہ نے مجھے فون کیا اور کہاکہ محسن کئی دن سے راتوں کو گھر نہیں آ رہا۔ آتا بھی ہے تو اتنا تھکا ہوا ہوتا ہے کہ کسی سے کوئی بات کیے بغیر سو جاتا ہے صبح سویرے پھر چلا جاتا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں آپ اس سے پوچھیں اگر کوئی مسئلہ ہے تو بتائے۔ آقای خلیلی کہتے ہیں میں نے محسن کی والدہ کو تسلی دی اور کہا کہ میں محسن سے بات کروں گا۔

دوسرے دن میں نے صبح ہی محسن کو فون کیا اور اس سے کہا آج ادارے ضرور آنا مجھے تم سے ضروری کام ہے۔ شام کو محسن ادارے آیا تو بہت تھکا ہوا تھا مگر چہرے پر ہمیشہ جیسی مسکراہٹ تھی۔ میں نے کہا محسن کہاں غائب رہتے ہو؟ تمہارے گھر والے بھی تمہارے لیے پریشان ہیں۔ میں نے بھی تمہارے سپرد کوئی کام کیا تھا اس کا بھی تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ محسن سرجھکائے سنتا رہا پھر مسکرا کر بولا آپ کے اسی کام کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہوں۔

تین مہینے کے بعد جس تاریخ پہ ہمیں سفر کرنا تھا سفر سے کچھ دن پہلے محسن نے رقم مجھے لا کر دی اور کہا حاجی جان! میں نے اصفہان میں کسی سے رقم کی درخواست نہیں کی ہے۔ خود سے یہ رقم جمع کی ہے (ہمارے ہاں کوئی بھی کام بعد میں شروع ہوتا ہے چندہ کے لیے ڈبہ پہلے سوچ لیا جاتا ہے... آیت اللہ موسیٰ صدر نے کیا خوب فرمایا تھا کہ "وسائل سے انقلاب نہیں بلکہ انقلاب سے وسائل آتے ہیں" نیت پر خلوص اور ارادہ محکم ہو تو محنت کرنے والے اللہ کے لیے سب کر جاتے ہیں)

آقای خلیلی کہتے ہیں میری آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ مجھے اپنے آپ سے شرم آنے لگی۔ اس بچےؑ نے رقم کا انتظام کرنے کے لیے اتنی محنت کی کہ دن رات ایک کر ڈالے۔۔مگر کسی سے رقم کی درخواست نہیں کی۔

اس بات میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اگر انسان صدق دل سے اہلبیت علیہم السلام کو چاہے اور دل و جان سے ان سے محبت کرے تو وہ حضرات محبت بھرا جواب بھی دیتے ہیں۔ اور انسان کو نا صرف اپنے دامن میں پناہ دیتے ہیں بلکہ رشد و کمال و تربیت کے ایلے مرطے پر پہنچا دیتے ہیں کہ جس سے انسان کی نجات میں مدد ملتی ہے۔ کیونکہ یہ ھستیاں خداوند عالم کے اسما و صفات کا مظہر ہیں۔

اور بے شک خدا وند متعال اپنے بندوں سے بے حد محبت کرتا ہے اور انسان کی نسبت ہمیشہ لطف و کرم کی بارش کرتا ہے۔

محسن حججی۔۔

یہ باسیرت جوان جو خدا کے ساتھ عہد وپیمان باندھ چکا ہے۔

محسن حججی۔۔

جو عشق اہلبیت کی مئے نوش کر کے ساغر اور پیمانہ توڑ چکا ہے۔

محسن حججی۔۔

جس کا دل عشق اہلبیتؑ میں غرق ہے۔

محسن عزیز !!!!!

یہ بے قراری اپنے اختتام کو پہنچنے والی ہے۔

محسن عزیز !!!!

آپ کے اور قافلہ حسینی کے درمیان اب صرف چند فرسخ کا فاصلہ رہ گیا ہے۔

مئی 2017 شہر دورک میں امدادی ٹیم کے ساتھ یہ محسن حججی کی زندگی کا آخری سفر ہے۔ محسن کے ہمراہ جانے والی امدادی ٹیم کے جوانوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ ہنستا مسکراتا چہرہ کچھ دن بعد ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا، یہ پاک سیرت جوان چلا جائے گا اور صرف اس کی یادیں ہی رہ جائیں گی۔

نوٹ: شہر دورک ایران کے صوبہ کردستان کے ایک وسیع شہر چہار محال و بختیاری کا ایک حصہ ہے۔ صوبہ کردستان میں اکثریت اہلسنت ہیں۔ یہ صوبہ بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ اسلامی انقلاب سے پہلے یہاں کردستان کی ڈیموکریٹک پارٹی سرگرم عمل تھی۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد اس ڈیموکریٹک پارٹی نے (جس کا مخفف کوملہ گروپ ہے) انقلاب کے حامیوں کا بہت زیادہ خون خرابہ کیا۔ کردستان کے مظلوم اور بے گناہ عوام کا انقلاب کی حمایت کے جرم میں بے تحاشہ خون بہایا۔ منافقین کی تنظیم مجاھدین خلق بھی ان سے مل گئی اور کردستان میں اپنا ہیڈکوارٹر بنا لیا۔ بے شمار پاسداروں کے سر قلم کر دیے اور ان پر کسی بھی قسم کے تشدد سے گریز

نہیں کیا۔ مرصاد کارروائی کے بعد منافقین نے منہ کی کھائی اور صدام کی حمایت سے عراق میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ کوملہ پارٹی بھی تتر بتر ہوگئی۔ اور اس پارٹی کے سربراہان بھاگ کر یورپ چلے گئے اور آج کل وہاں فارسی ٹی وی چینلز سے انقلاب کے خلاف زہر اگلنے میں مصروف ہیں۔

شہر دورک اناروں کے سرسبز باغات سے گھرا ہوا ایک خوبصورت شہر ہے۔ مگر شہر دورک کے اطراف کے علاقے اور گاؤں دیہات ابھی تک بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ اس بار شہید احمد کاظمی کے ادارے نے شہر دورک میں ترقیاتی کاموں کے آغاز کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک بڑا پروجیکٹ تھا جس کے لیے جوانوں کے کئی گروپس تیار کرنا تھے۔ محسن کی حوصلہ افزائی سے جوانوں کی ایک بڑی ٹیم دورک جانے کے لیے تیار ہوگئی۔

رات جب دورک شہر پہنچے تو شفاف آسمان پر چمکتے ستاروں اور فضا میں پھیلی اناروں کی خوشبو نے اس لمبے سفر کی تھکن دور کردی۔ تاحدنگاہ اناروں کے درخت تھے۔ دورک میں کیمپنگ کے دوران ٹیم کے اکثر جوانوں کا کہنا یہ تھا کہ وہ یہاں خود کو خدا سے زیادہ نزدیک محسوس کر رہے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہاں ہر قسم کی دنیاوی کشش سے دور ہیں۔ مگر محسن کا کہنا تھا کہ تنہائی میں اور سب سے کٹ کر خدا کو پالینا کوئی ہنر نہیں۔ کمال یہ ہے کہ سب کے درمیان رہ کر خدا کو پا لیا جائے۔

دورک شہر میں شہید محسن حججی کی معنوی گفتگو نے محسن کو تمام جوانوں سے منفرد کردیا۔

محسن نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے تین نکات کی جانب اشارہ کیا اور کہا:

"اس بار شہر دورک میں قیام کے دوران میں نے ان تین باتوں کی طرف دھیان دیا ہے.

1_ بحثِ انتظار

ہم جب بھی کسی محروم علاقے میں مدد کے لیے گئے، خود کو خدا شناس، خود شناس، وظیفہ شناس اور بہت کچھ سمجھتے رہے۔

مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اب تک لفظ 'انتظار' کے معنی و مفہوم کو سمجھا ہی نہیں۔ آج دورک کے لوگوں کے درمیان رہ کر مجھے احساس ہوا ہمیں امام زمانہ (عج) کے انتظار میں جو کرنا چاہیے وہ نہیں کیا۔ البتہ یہ بات میں اپنے آپ کو کہہ رہا ہوں۔

2_ کسی کے بارے میں جلدی فیصلہ کرلینا

ہم میں سے کچھ افراد بظاہر کم کام کرتے ہوئے دکھائی دیے۔

لیکن ....

یہی افراد کچھ ایسے کاموں کی انجام دہی میں مصروف تھے جن سے ہم لاعلم تھے اور وہ کام ہم نے انجام نہیں دیے اور اس بات کے دعویدار رہے کہ ہم زیادہ کام کر رہے ہیں۔ لہذا کسی کے بھی متعلق جلدی قضاوت (فیصلہ) کرلینا صحیح نہیں ہے اور بحث انتظار میں یہ بھی ایک اہم پوائنٹ ہے۔

3_ تواضع

میں نے یہاں رہ کر تیسرا درس یہ لیا کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہماری زحمات کو مہنگے داموں خریدے تو اس کے لیے متواضع ہونا ضروری ہے۔

ہم غریب اور محروم آبادیوں میں ان کی مدد کا جذبہ لے کر آتے ہیں۔ انہیں پڑھاتے ہیں، ان کا مفت علاج کرتے ہیں، ان کے لیے تعمیری کام انجام دیتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم شہر سے آپ سب کی مدد کے لیے آئے ہیں۔

یہ بیچارے لوگ ہمیں یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم آسمان سے اتری ہوئی کوئی مخلوق ہیں جو ان کی مدد کو آئے ہیں۔

میں جب بھی ان کے پاس سے آتا ہوں تو یہی سوچتا ہوں کہ یہ کیسے لوگ ہیں ہمیں اتنا بڑا سمجھ رہے ہیں۔ کیا واقعی ہم اتنے اہم ہیں ؟

لہذا ہمیں ایسے مقامات پر زیادہ سے زیادہ تواضع دکھانی چاہیے کہ وہ ہمیں آسمانی مخلوق نہ سمجھنے لگیں۔

بہرحال یہ خدا کا لطف ہے کہ اس نے ہمیں اس عظیم کام یعنی (ضرورت مندوں کی خدمت) کا موقع دیا۔ خدمت کا جذبہ لے کر آنے والے جوان اپنی اہمیت کو سمجھیں۔

یہ سفر میری زندگی کے سب سے اہم سفروں میں سے ہے۔ میں جب سے دورک آیا ہوں اکثر ساتھی یہی کہہ رہے ہیں کہ دورک میں ہم خدا سے نزدیک ہوگئے ہیں، یہاں تزکیہ نفس کے مواقع زیادہ ہیں۔

مگر ....میرا کہنا یہ ہے کہ تنہا رہ کر اور دنیا سے کٹ کر خدا کو پہچان لینا کوئی ہنر نہیں

بلکہ ....

اپنے ہی شہر میں لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے خدا کو پہچان لینا میرے نزدیک ہنر ہے۔

شہید حججی کی گفتگو یہاں پر ختم ہوئی

مگر ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ

اللہ اکبر کس قدر گہری سوچ کا مالک ہے یہ جوان، اور کتنی دور تک اس کی نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔ جیسے جیسے اس باایمان جوان کی زندگی کے پہلو سامنے آرہے ہیں ---۔ عقل یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتی ہے کہ کیا یہ نوجوان واقعی اس زمین کا ہی رہنے والا ایک بشر ہے یا یہ آسمان سے اتری کوئی مخلوق ہے۔

شہید حججی جیسے لوگ یقین کی جس منزل پر پہنچ جاتے ہیں وہ ہم جیسوں کے یقین سے باہر ہے

یہ عظیم انسان اس بات کا مطلب بخوبی سمجھتے ہیں کہ بہشت کی قیمت ادا کرنے سے ملتی ہے، مفت میں نہیں۔

محسن کے گھر میں آج کل پھر سے گہما گہمی جاری تھی آخر 31 جولائی 2014 محسن کی شادی کی تاریخ طے ہوچکی تھی اور اب شادی میں ایک ہی ہفتہ رہ گیا تھا۔ گھر میں زور و شور سے شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ محسن کی تمام کزنز ایک ہفتے پہلے ہی سے محسن کے ہاں پہنچی ہوئی تھیں تاکہ شادی کی تیاری میں محسن کی بہنوں کی مدد کرسکیں۔ گھر میں خوب گہما گہمی تھی بڑی بھابی بھی اپنے بچوں کے ساتھ پہنچ چکی تھیں اور محسن کی ماں کے ساتھ مل کر کچن سنبھالا ہوا تھا۔ جو عزیز رشتے دار نزدیک رہتے تھے وہ بھی رات میں آجاتے تھے خوب محفل جمتی تھی۔ آج کل محسن کے گھر میں رونقیں ہی رونقیں تھیں، آخر محسن اپنے خاندان میں بھی ہر دلعزیز تھا۔ شادی سے ایک ہفتہ پہلے محسن کے گھر والے مہر طے کرنے پہنچے (جبکہ ہمارے ہاں مہر وقت بارات طے ہوتا ہے اور اگر کمی بیشی ہو تو خاندان میں بے عزتی الگ اور لڑکی لڑکے کے آپسی تعلقات الگ خراب ہو جاتے ہیں.. کاش کہ یہ خوبصورت اور عقلمندانہ رسم ہمارے ہاں بھی چلے اور ہم دیگر فضول رسموں کو چھوڑ کر اچھی باتوں کی جانب راغب ہوں)

اور زہرا نے مہر میں جو مطالبہ کیا اس نے سب کو حیرت زدہ کردیا۔ ایک بار محسن نے اس سے کہا تھا

"زہرا !! میرے حال پہ رحم کرنا اور مہر میں اتنے ہی سکے طے کرنا کہ میں ادا کرسکوں"

جواب میں زہرا نے مسکرا کر کہا تھا "محسن فکر نہ کریں میں ایسا مہر تعین کروں گی کہ سب کو حیران کر دوں گی"

نوٹ: (ایران میں مہر رقم کی شکل میں ادا نہیں کیا جاتا بلکہ سونے کے سکے طے کیے جاتے ہیں) سونے کے سکے کا نام سکہ بہار آزادی ہے)

محسن اور زہرا کے گھر والوں کے درمیان جب حق مہر رکھنے کی گفتگو شروع ہوئی تو زہرا نے خاموشی سے ایک پرچہ لا کر اپنے والد کو پکڑایا جس پر زہرا نے پہلے سے مہر کے مطالبات لکھ کر رکھے ہوئے تھے۔ پرچے پر عبارت درج تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں زہرا عباسی اپنے شوہر محسن حججی سے مہر میں یہ پانچ مطالبات رکھتی ہوں۔

1 _ ایک سکہ بہار آزادی خدا کی وحدانیت کی نیت سے۔

2 _ پانچ مثقال سونا پنجتنؑ پاک کی نیت سے۔

3 _ چودہ نرگس کے پھولوں کی شاخیں، امام زمانہ علیہ السلام کی نیت سے۔

4 _ 124 ھزار مرتبہ صلوات محمدؐ و آل محمدؐ کی پاک ذوات پر۔

5 _ حفظ قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ۔

زہرا کے والد نے حیرانی سے بیٹی کی طرف دیکھا، پھر پرچہ محسن کے والد کی طرف بڑھا دیا۔ محسن کے والد نے بھی حیران حیران سے انداز میں باآواز بلند پرچہ پڑھ کر سنایا۔ سب کے چہروں پر حیرانی پھیلی ہوئی تھی۔ کیونکہ مذہبی گھرانوں میں کم از کم مہر بارہ سکے بہار آزادی بارہ اماموںؑ کی نیت سے یا چودہ سکے چودہ معصومین علیہم السلام کی نیت سے طے ہوتے ہیں۔ محسن کے گھر والوں کے ذہن میں یہ بات تھی کہ زہرا کے گھر والے چودہ سکے تو ضرور طے کریں گے۔ مگر یہ تو انوکھا حق مہر تھا۔ زہرا نے سر جھکا کر دھیمے لہجے میں کہا "اگر ہماری شہزادی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا مہر نہ رکھا جاتا تو میں یہ ایک سکے کا بھی مطالبہ نہ کرتی۔ محسن کی قدر و قیمت کا ان سکوں سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا"

محسن کی والدہ نے آگے بڑھ کر فرط محبت سے زہرا کو گلے لگا لیا اور آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے بولیں مجھے یقین تھا میرے محسن کا انتخاب ہرگز غلط نہیں ہوگا۔

نوٹ: یہاں ایک سوال ہے، زہرا ابھی کتنے سال کی ہے؟ کیا زہرا کے دل میں کوئی ارمان نہیں؟ آخر زہرا نے بھاری مہر کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ زہرا نے شادی کے لیے کوئی دنیاوی ڈیمانڈ کیوں نہیں کی؟ اور صرف محسن کے باایمان اور باتقویٰ ہونے پر اکتفا کر لیا۔

کیا زہرا آج کے اس دور کی نوجوان نسل نہیں ہے؟ جہاں جوانوں کی نااہلی اور اپنے دین سے بے توجہی پہ والدین یہ کہہ کر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ جوانی کی عمر ہے انہیں جوانی کرنے دو بعد میں خود ہی سدھر جائیں گے۔

بے شک! زہرا جیسی لڑکیاں اور محسن جیسے نوجوان والدین کے ان بہانوں اور بے جا دلائل کا بہترین جواب ہیں۔

بالآخر 31 جولائی 2014 کا سورج محسن کے گھر میں خوشیوں کی نوید لے کر طلوع ہوا۔ محسن کی وجاہت دولہا بن کر اور نکھر آئی۔ جس نے دیکھا نظر اتاری۔ مدعوئین اپنی دعاؤں کے ہدیے اور نیک خواہشات کے تحفے لے کر اس شادی میں دل و جان سے شریک ہو رہے تھے۔ باراتی دولہا کو اپنے جھرمٹ میں لئے دلہن کے گھر پہنچے تو ان کا شایان شان استقبال ہوا۔ سب کے چہروں پر خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ اس بات سے بے خبر کہ بہت کم وقت میں ان خوشی سے کھلتے چہروں پر غموں کے سائے اپنا ڈیرہ ڈال لیں گے۔

شادی کی تقریب نہایت سادگی سے منعقد کی گئی تھی جس میں ظاہری نمود نمائش کا شائبہ تک نہ تھا۔ مگر الفت و محبت اور شادمانی کی کوئی کمی نہیں تھی۔ زہرا اپنے چاہنے والوں کی ڈھیروں دعاؤں کے سائے میں رخصت ہو کر محسن کے گھر کی زینت بننے کے لیے روانہ ہوئی۔ محسن کا گھر رشک فردوس بننے کے لیے زہرا کا منتظر تھا۔

دلہا دلہن کی پھولوں سے سجی کار گھر کی جانب رواں دواں تھی کہ اذان صبح کی آواز سن کر دلہا نے کار روڈ کے کنارے روکی (ایران میں دلہا خود ہی ڈرائیونگ کرتا ہے) اور دلہن کو اترنے کو کہا، پھر آسمان کے جانب دیکھتے ہوئے دلہن سے کہا آؤ یہ دعا کی قبولیت کا ٹائم ہے مل کر ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہیں.. پہلے میں دعا کروں گا تم آمین کہنا...

(اشھد ان علیا ولی اللہ) موذن کی آواز کے ساتھ دولہا نے شھادت کی آرزو کی۔

دلہن کی آنکھوں سے دو آنسو گرے۔ اور دلہن دولھا کی ہتھیلی میں جذب ہو گئے۔ ابھی تو اس خوبصورت ساتھ کو کچھ گھنٹے ہی گزرے تھے۔ اس جوان کے دل کی تڑپ کو کوئی بھی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ کتنی جلدی یہ پرواز کرنا چاہتا تھا۔ زھرا نے محسن کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا محسن اگر شہید ہو گئے... تو آپ بھی مجھ سے ایک وعدہ کریں۔ مجھ سے ملنے آیا کریں گے۔... وہ بھی اس طرح کہ آپ کو لمس کر سکوں، آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔

محسن نے سر ہلاتے ہوئے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا میری سر آنکھوں پر... مگر اس دنیا کی تو مجھے خبر نہیں ہے لیکن اگر ہوسکا تو ضرور آؤں گا اور کوئی شرط؟؟؟

زہرا نے کہا محسن ایک وعدہ اور کریں۔ شھادت کے بعد آپ کا جسد صحیح سالم واپس آنا چاہیے تاکہ میں آپ کے چہرے کی زیارت کر سکوں

اور ہاں....

زہرا نے محسن کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا

اور ہاں جنت میں حوریں دور رہیں... سب پر پابندی...

میں جب جنت میں آؤں تو یہ نا دیکھوں کہ آپ کے اردگرد حوروں نے حلقہ کیا ہوا ہو۔ اور آپ خوب ہنس بول رہے ہوں..میں یہ ہرگز برادشت نہیں کروں گی سن لیں، اور نہ ہی کسی حور کا ہاتھ تھامے مجھ سے ملنے خوابوں میں آئیں گے"

محسن کا ہنس ہنس کے برا حال تھا۔ بولا ارے بھئی میری جان! میں بہشت میں خدا سے تمہیں مانگوں گا۔ کسی حور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نا دیکھوں گا۔ وہاں بھی تم ہی میرے ساتھ ہو گی۔

دوسرے روز محسن نے اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ دیا جس میں محسن کے تمام دوستوں نے خوشی خوشی شرکت کی۔

زہرا میں اپنی ماں کی تربیت کے گوہر رچے بسے تھے۔اس نے کم عمری میں ہی اپنی ماں سے گھر داری کے سلیقے اور عزیز داری کے قرینے سیکھ لیے تھے۔ زہرا نے اپنے اس چھوٹے سے گھر کو اسی سلیقے اور قرینے سے آراستہ کیا۔ اس نے محسن کے لیے جیسے جنت کو زمین پر اتار لیا اور گھر کی چار دیواری میں محبت اور خلوص کی ایسی فضا قائم کی کہ محسن اکثر زہرا سے یہ کہتے کہ زہرا تم میری بہترین شریک حیات ہو۔ اگر بہشت میرے نصیب میں ہوئی تو میں وہاں بھی حوروں کے بجائے تمہارا ساتھ پسند کروں گا۔

محسن اور زہرا دونوں ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے۔ محسن اس باایمان، ہم فکر، ہم قدم، باہمت اور زینبی عزم رکھنے والی زوجہ سے بہت خوش اور مطمئن تھے۔ خاندان کے سبھی لوگ ان کی اس بے پناہ محبت اور ایک دوسرے کے لیے بہت زیادہ احترام پر رشک کرنے لگے تھے۔

زہرا کے رہن سہن برتاؤ اور طور طریقوں میں اتنی سادگی تھی کہ محسن کے گھر والے زہرا سے بے تحاشہ قربت محسوس کرنے لگے۔ محسن کی بہنیں تو ایک روز بھی اپنے چہیتے بھائی بھابی کو دیکھے بنا نہیں رہتی تھیں۔ وہ جب بھی زہرا کے ہاں جاتیں، زہرا بڑے اصرار سے انہیں کچھ دن کے لیے اپنے پاس روک لیتی۔ زہرا کو معلوم تھا کہ یہ دونوں بہنیں محسن کی دیوانی ہیں۔

زہرا اور محسن ہر جمعرات کو بڑی پابندی سے شہید احمد کاظمی اور باقی شہدا کی قبور پر حاضری دیتے اور محسن ہر بار زہرا سے پوچھتا "زہرا جان! تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا"

اور زہرا بھی لہجہ میں مضبوطی لیے بولتی "آغا محسن! میں نے بھی شہدا کا نمک کھایا ہے۔ میں بھی مکتب اہلبیتؑ سے تربیت پائی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں، آپ اپنی زہرا کو ہمیشہ اپنا ہم قدم پائیں گے" اور محسن محبت بھری نگاہوں سے زہرا کو دیکھتے ہوئے زیر لب خدا کا شکر بجا لاتا۔

ادھر محسن کے گھر والے زہرا سے بے تحاشہ محبت کرنے لگے تو دوسری طرف زہرا کے والدین بھی محسن کی مہربان شخصیت سے متاثر ہوچکے تھے۔ محسن کی والدہ تو سو جان سے محسن پر فدا تھیں محسن کو اپنا نور چشم کہتی تھیں۔وہ جب بھی ان کے ہاں آتا زہرا کی والدہ محسن کے سلام کا صرف سادا سا جواب نہیں دیتی تھی بلکہ کئی بار محسن کی بلائیں لیتیں صدقہ واری ہوتی رہتیں۔ اور اگر کسی دن سادہ سا سلام کا جواب دیتیں تو محسن کئی بار زہرا سے پوچھتا زہرا کیا بات ہے آج ماما پریشان ہیں، یا ماما فکر مند ہیں آج انہوں نے میری بلائیں نہیں لیں۔

زھرا جب حاملہ ہوئیں تو کچھ عرصہ کے لیے زھرا کی والدہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا وہ جب صبح نماز کے لیے اُٹھتیں تو دیکھتیں کہ محسن بیدار ہے اور نجانے کب سے جائے نماز پر بیٹھا ہے۔ محسن ہر روز دلسوز آواز میں دعائے عھد, حدیثِ و زیارت عاشورہ پڑھتا۔

سردیاں شروع ہوئیں تو زہرا کی والدہ نے دیکھا کہ محسن صبح کی نماز کے لیے ان کے گھر کے اس حصہ میں جائے نماز بچھاتا ہے جہاں نہ قالین ڈالا ہوا ہوتا ہے اور نہ ہیٹر۔

ایک روز زھرا کی والدہ نے محسن سے کہہ دیا "محسن جان میں قربان جاؤں، تم صبح یہاں کیوں جائے نماز بچھاتے ہو؟... میں کئی دن سے تمہیں دیکھ رہی ہوں.... ڈرتی ہوں تمہیں ٹھنڈ نا لگ جائے"

محسن نے مسکرا کے زہرا کی ماما کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا "ماما یہیں ٹھیک ہے نرم گرم جگہ پر میں نیند سے نہیں اٹھ پاؤں گا" زھرا کی ماما سمجھ گئی تھیں کہ ان کا داماد لمحہ بھر بھی اپنے پروردگار کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہتا...یہی وجہ تھی کہ زھرا کی

والدہ محسن کا بہت خیال رکھنے کی کوشش کرتیں تھیں۔ زھرا نے بتایا کہ محسن کو کباب بہت پسند ہیں اسی لیے ہفتہ میں ایک بار ضرور محسن کے لیے کباب بنتے تھے۔ دسترخوان پر زہرا کی والدہ محسن کی پلیٹ کباب سے بھر دیتیں مگر محسن بہت جلدی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا اور کہتا کہ انسان کو اپنے نفس پر کنٹرول کرنا چاہیے.. (داستان میں اس نوجوان کی سادہ، پر خلوص، تکبر سے پاک کامیاب گھریلو زندگی کو اپنی گھریلو زندگی اور خود سے موازنہ کریں کہ بحثیت سسرالی، داماد بہو ہم کیا کرتے ہیں...)

خلاصہ یہ کہ نا صرف زہرا کے والدین بلکہ زہرا کے خاندان والے بھی محسن کی شخصیت کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ حتیٰ کے زہرا کے ماموں جنہیں محسن ایک آنکھ نہیں بھایا تھا اور وہ اکثر زہرا کی والدہ سے کہتے تھے یہ کیا ڈیڑھ پسلی کا بچہ زہرا کو پسند آیا ہے ایران میں لڑکوں کا قحط پڑ گیا تھا؟؟؟ یا تمہاری بیٹی بوڑھی ہورہی تھی؟؟؟

سال کے اندر اندر محسن نے اپنی سحر انگیز شخصیت کا ان پر بھی جادو کر دیا اب تو وہ بھی محسن کے گن گاتے تھے۔ محسن نے بڑی خوبصورتی سے انہیں دین و مذہب کا پابند کر دیا تھا۔

اور یہ محسن کی بلند شخصیت کا ایک حصہ تھا کہ وہ جس سے بھی مذہبی بحث چھیڑتا اسے قائل کرلیتا تھا۔ محسن اب تک کئی جوانوں کو ولایت کا قائل اور ولی فقیہ کا مطیع بنا چکا تھا۔

دن ہنسی خوشی گزر رہے تھے کہ شام سے کچھ ضد و نقیض پریشان کن خبریں ملنا شروع ہوئیں ایسا لگتا تھا ایک نیا فتنہ راہ میں ہے۔ داعش کے نام سے ایک گروہ نے سر ابھارا ہے۔ اس گروہ نے سیاہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور سیاہ پرچم ہاتھوں میں لیے ہیں۔ جن پر "لا الہ الا اللہ" لکھا ہوا ہے۔ یہ حقیقی اسلام کے دعویدار بن کر اس وقت شام و عراق کی سرحدوں میں داخل ہو چکے ہیں۔

مگر ان کا اصل مقصد مقامات مقدسہ کو منہدم کرنا ہے۔ یہ خبریں محسن کو بھی فکر مند کر رہی تھیں۔ اہلبیتؑ کا ہر چاہنے والا اپنی اپنی جگہ فکر مند تھا۔

ایک روز زہرا نے محسن سے کہا آغا محسن آپ سپاہ (انقلابی فورس) میں خدمت کے لیے درخواست کیوں نہیں دیتے۔ میری آرزو ہے کہ میں آپ کو سپاہ کے سبز مقدس لباس میں دیکھوں۔ محسن نے حیرانی سے زہرا کی طرف دیکھا اور کہا زہرا تم نے کیسے میری سوچ پڑھ لی۔ میں بھی کئی دن سے اس فکر میں ہوں کہ سپاہ میں خدمت کی درخواست دوں، اس طرح میں شہادت سے دو قدم اور نزدیک ہوجاؤں گا۔

زہرا ہم گنہگاروں کے لیے باب شہادت بند ہوچکا ہے۔ سپاہ میں خدمت کے دوران مجھے اپنی آرزو تک پہنچنے کا موقع مل سکتا ہے۔

دوسرے ہی دن محسن نے ادارے کے انچارج آقائے خلیلی سے بات کی کہ اسے سپاہ کے لیے معرفی کر دیں۔ توقع کے برخلاف کچھ دن میں ہی محسن کا سپاہ سے لیٹر آگیا۔

عشق اہلبیتؑ سے سرشار اس با ایمان جوان کے تمام کام بغیر کسی رکاوٹ کے انتہائی تیزی سے انجام پا رہے تھے۔

ہاں جس کے کام خود اہلبیت علیہم السلام کی نگرانی میں انجام پا رہے ہوں وہاں رکاوٹ کا کیا سوال؟

جس روز محسن کو سپاہ کی سبز وردی پہنا کر محسن سے حلف لیا گیا۔ محسن نے وہیں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ محسن کو ایسا لگا کہ وہ اپنے مقصد سے کئی قدم نزدیک ہو گیا ہے۔ حلف برداری کی تقریب ختم ہوئی تو محسن سپاہ کی وردی میں ہی گھر پہنچے۔ زہرا نے دروازہ کھولا محسن کو سپاہ کی سبز وردی میں دیکھ کر ایک ٹک کو پلکیں جھپکنا ہی بھول گئی۔ محسن سپاہ کے اس مقدس لباس میں بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

زہرا کو ایسا لگا ایک نور کا ہالہ ہے جس نے محسن کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ محسن نے ہنستے ہوئے زہرا کے آگے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا زہرا خانم یہ تم مجسمہ کیوں بن گئیں، کیا یہ وردی مجھ پر نہیں جچ رہی؟

مگر زہرا کیا بتاتی کہ وہ اس وقت محسن کو اس سبز وردی میں اپنے سامنے دیکھ کر کیا محسوس کر رہی ہے۔ اسے محسن کو سپاہ کی اس وردی میں دیکھ کر ایسا لگا جیسے محسن اپنی منزل کے بہت نزدیک پہنچ گیا ہے۔ محسن نے دوبارہ زہرا کو مخاطب کیا تو زہرا خیالوں کے تانے بانے سے باہر نکل آئی۔ زہرا نے کہا "آغا محسن میں حیران ہوں کہ آپ کے تمام کام کس تیزی سے انجام پا رہے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آرہا کہ اتنی جلدی سپاہ میں آپ کو لے لیا گیا۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے آپ کی تائید کی ہے اور شہدا آپ کے ضامن ہیں۔ یقیناً آپ منزل کو پالیں گے"

اکثر آقائے خلیلی (شہید احمد کاظمی کے ادارے کے انچارج) محسن سے کہتے "محسن تم بہت جذباتی ہو. ہم کہاں سے شہادت کو تمہارے پاس لے آئیں"

مگر محسن کی باتیں جذباتی نہیں تھیں بلکہ خلوص عشق سے لبریز تھیں۔ محسن کا کہنا تھا کہ میں جس راستے پر چل رہا ہوں وہ ممکن ہے شہادت پر جا کر ختم ہو اور ہوسکتا ہے بیس سال لگ جائیں۔

مگر سپاہ میں آنے کے بعد اب میں بہت کم وقت میں یہ راستہ طے کرلوں گا، شاید دوسال میں۔

سپاہ میں شامل ہونے کے بعد محسن نے خواہش ظاہر کی کہ اسے بارڈر پر یا ایسی جگہ پر مشن کے لیے بھیجا جائے جہاں اسے سخت ترین حالات میں کام کرنا پڑے۔ محسن کے بے حد اصرار پر اسے 《آرمڈ فورسز》 کے شعبے میں بھیج دیا گیا۔

نوٹ:

شہید کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ مشن کے دوران بھی محسن حالت روزہ سے ہوتا اور کسی بھی کام سے دریغ نہیں کرتا تھا۔ سیستان و بلوچستان کی شدید گرمی میں جب ہم ایئر کنڈیشن کے سامنے سوئے ہوئے ہوتے۔ محسن حالت روزہ میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہوتا۔ محسن کا کہنا تھا جتنا اس راہ میں سختی اٹھاؤں گا اتنا ہی شہادت کی منزل سے نزدیک ہوتا جاؤں گا۔

داعش کے ناپاک عزائم کو بھانپ لینے کے بعد ایران کی حکومت نے مزارات مقدسہ کی حفاظت کو اپنا فریضہ جانتے ہوئے امریکہ اور داعشیوں کے حامیوں پر واضح کردیا کہ مقدس مقامات ہماری ریڈ لائن ہیں۔

حکومت کی جانب سے اشارے ملنے کے بعد انقلابی جوانوں میں ہلچل مچ گئی اور ان غیور جوانوں میں داعیشیوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دینے کا جذبہ مزید پروان چڑھنے لگا۔

یہ حسینی جوان جوق در جوق متعلقہ اداروں اور مربوط افراد اور شخصیات سے رجوع کرنے لگے۔ سپاہ پاسداران انقلابی کی قدس بٹالین کے افسران (جنرل قاسم سلیمانی) اور سپاہ کے کمانڈرز فوجی مشاورت کے لیے عراق اور شام کی حکومتوں اور سرکاری دعوتوں پہ بغداد اور دمشق کے فوجی ہیڈ کوارٹرز میں تعینات ہوگئے۔

قدس بٹالین کے افسران، کمانڈرز اور فوجی مشیروں کی تعیناتی کے بعد داعش کے مقابلے میں پاسبان حرم بن کے جانے والے جوانوں کی ٹریننگ اور محاذوں پر روانگی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ بے خوف اور نڈر جوان لبیک یا زینب کی پٹیاں ماتھے پر سجائے اپنی شہزادیؑ کی حفاظت کے لیے چل دیے۔ محسن کے دل میں بھی شہادت کی عطش کچھ اور بڑھ گئی۔

اپنی بی بی کے قدموں میں جان نچھاور کرنے کی خواہش دل میں ہلچل مچانے لگی اور جب مدافع حرم بن کے جانے کے لیے نام لکھے جانے لگے تو محسن نے بھی اپنا نام لکھوا دیا۔ مگر زہرا سے ذکر نہیں کیا۔

اِدھر محسن سفرِ عشق، کی تیاریوں میں مشغول ہے اور اُدھر محسن کی ہمسفر انہیں ایک بہت ہی اہم اور خوبصورت خبر سنانے کو بے تاب ہے۔ محسن کو بھی آج زہرا کو اپنے جانے کی خبر سنانا تھی۔

عجیب اتفاق ہے ایک کو آنے کی خبر سنانے کی جلدی ہے اور ایک کو جانے کی۔

اور پھر اُس رات اس سے قبل کے زہرا ننھے مہمان کی آمد کی خبر سناتی، محسن نے اپنے جانے کی خبر سنا دی----

زہرا جان!!! تم تو جانتی ہو کہ میں تمہیں کس قدر چاہتا ہوں۔ تمہارا ساتھ میرے لیے خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کے لیے میں پروردگار کا بے حد شکر گذار ہوں۔

مگر جب سے ان ملعونوں کے ناپاک عزائم کھل کر سامنے آئے ہیں میرے دل میں بھی ایک آگ سی لگی ہے۔ یہ میری غیرت سے باہر ہے کہ محسن زندہ رہے اور اس کی شہزادیؑ کے حرم پاک پر کوئی میلی نگاہ ڈالے۔ میں نے بھی بی بی کے حرم کی پاسبانی کے لیے اپنا نام دیا تھا اب میرا نام آگیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ ---

میری شہزادی نے مجھے اپنی خدمت کے لیے قبول کرلیا ہے۔

میں تمہیں بھی اپنی اس خوشی میں شریک دیکھنا چاہتا ہوں۔

زہرا محسن کی بات بہت دھیان سے سن رہی تھی۔ محسن کی بات ختم ہوئی۔ زہرا محسن کے تمتاتے چہرے کی طرف تکنے لگی۔ محسن اپنے اندر امنڈتے جوش کو سنبھال نہ پا رہا تھا۔

زہرا نے نگاہیں جھکالیں "محسن آپ کو عشق کا یہ سفر مبارک ہو۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ میرا ایک ایک پل آپ کے بغیر ایک ایک صدی کے برابر ہے۔ میں آپ کو نہیں روکوں گی میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ ہر لمحہ آپ کی ہم قدم رہوں گی۔

آقا محسن آپ کو سفر عشق مبارک ہو۔

لیکن جانے سے پہلے میں بھی آپ کو ایک خبر سنانا چاہتی ہوں۔

آقا محسن !!!! خدا ہمیں اپنا معجزہ عطا کرنے والاہے۔ ہمارے گھر میں ایک ننھے مہمان کی آمد ہے۔ آپ بے فکر ہوکر جائیں۔ میں اکیلی نہیں ہوں گی۔ ایک معصوم فرشتہ میرے ہمراہ ہوگا"

زہرا اُس وقت کتنی عجیب کیفیات سے دوچار ہوگی، ایک کے جانے کا ارادہ اور دوسرے کے آنے کی خوشی۔۔دونوں ہی زہرا کے دل کی دھڑکن ہیں۔۔

محسن نے حیرانی اور خوشی کے جذبات لیے زہرا کو مبارک باد دی۔ پھر محسن نے زہرا سے پوچھا کہ گھر میں کس کس کو اس بارے میں معلوم ہے؟ زہرا نے کہا کہ ابھی کسی کو نہیں معلوم، میں آج ہی رپورٹ لے کر آئی ہوں۔ یہ سن کر محسن نے کہا زہرا جان! میری تم سے ایک خواہش ہے میرے شام چلے جانے تک کسی کو اس بارے میں مت بتانا۔ کہیں ایسا نہ ہو ماما بابا مجھے شام جانے سے روک دیں (شہید کی زوجہ ہونا آسان نہیں ہے اس کے لئے بہت گہری معرفت، صبر، استقامت اور وفا جیسی خصوصیات کی ضرورت ہے جو کہ زہرا جیسی ہمسفر میں موجود ہیں)

اور اس باوفا بیوی نے اپنے لب سی لئے۔ کسی کو بھی محسن کے شام جانے تک بچےّ کی خوشخبری نہیں سنائی۔

کتنی باعظمت ہے یہ خاتون جس کی شادی کو سال بھی نہیں گزرا ہے۔ جو اپنے شوہر کی عاشق و شیدائی ہے، جو اگر چاہتی تو اپنے اندر پلنے والے اس ننھے وجود کا بہانہ بنا کر اپنے شوہر کو جانے سے روک سکتی تھی۔ مگر نہیں۔۔۔۔۔ وہ بھی زینبی عزم دل میں لئے تھی، اس کا دل بھی اہلبیتؑ کی محبّت سے سرشار تھا۔ اس نے بھی ایسے گھرانے میں پرورش پائی تھی جو عشق اہلبیتؑ میں اپنا سب کچھ وار دینے کو تیار رہتے ہیں۔

روز موعود کے پہنچنے تک محسن کی بے قراری اور گریہ و زاری نے زہرا کو بھی بے چین کردیا تھا۔ بچےّ کی خوشخبری نے بھی محسن کو اپنے عزم میں اٹل رکھا۔

شام کے اس سفر کی اطلاع سوائے زہرا کے کسی کو نہیں تھی۔ حتی محسن نے اپنے والدین سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ والدین کو پتا تھا کہ محسن سپاہ کی طرف سے مشن پر جاتا رہتا ہے اس لیے انہوں نے بھی زیادہ باز پرس نہیں کی۔

سفر کی تیاریاں مکمل ہوتے ہوتے چار ماہ لگ گئےاس دوران زہرا کی حاملگی کو بھی چار ماہ ہوگئے۔ اب زہرا کو تھوڑی پریشانی شروع ہوگئی تھی زہرا نے محسن سے بھی اپنی اس پریشانی کا ذکر کیا کہ محسن !!!!! اگر آپ کو جانے میں مزید وقت لگا تو میں بچے کی خوشخبری اور نہیں چھپا سکوں گی بالآخر ان پہ ظاہر ہو جائے گا۔ محسن نے جواب دیا کچھ دن اور صبر کرلو میرا لیٹر آچکا ہے۔

اکتوبر 2015 بالاخر روز موعود آپہنچا۔

اور ......

محسن اپنی شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کی غلامی کے لیے چل دیا اور محسن کی وفادار، باایمان بیوی اس راز کو اپنے اندر چھپائے (محسن کے شام کے سفر) محسن کی یادگار کو اپنے اندر پروان چڑھاتی رہی۔ یقیناً زہرا کا بھی ان حالات میں سخت امتحان تھا۔

زہرا کو پتا تھا کہ محسن اپنی جان ہتھیلی پہ لیے پھرتا ہے۔ زہرا کو کسی بھی وقت محسن کی طرف سے کوئی بھی خبر سننے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا ہے۔ دوسری طرف زہرا کو یہ فکر تھی کہ اگر محسن کی شہادت کی خبر آگئی تو محسن کے گھر والوں کو کیسے بتائے گی۔ وہ ضرور اس سے شاکی ہوں گے۔ بالآخر زہرا نے فیصلہ کیا کہ محسن کے اور اپنے والدین کو محسن کے سفر کے بارے میں بتا دیا جائے۔ البتہ زہرا کو محسن کے واپس آنے کی ہلکی سی امید تھی۔ زہرا نے محسن سے وعدہ لیا تھا کہ اگر ہوسکے اور اجل مہلت دے تو محسن اپنے بچے کو دیکھنے ضرور آجائے اور محسن نے بھی وعدہ کیا تھا۔

پھر ایک روز زہرا نے محسن کے والد کو بتادیا کہ محسن شام گئے ہیں۔ محسن کے شام جانے کی خبر سنتے ہی ایک دم بہنوں اور ماں نے رونا شروع کر دیا۔ محسن کی والدہ نے زہرا سے کہا زہرا بیٹی تم جس حال سے ہو تم نے محسن کو روکا کیوں نہیں۔ میں اس کے جانے سے ہرگز راضی نہیں ہوں۔ وہ تمہیں اس حال میں اکیلا چھوڑ کر کیوں گیا، ہمیں بتا کر کیوں نہیں گیا۔ زہرا اپنے اوپر ضبط کیے کافی دیر محسن کی ماں کو تسلیاں دیتی رہی۔ محسن کو گئے دو ماہ ہونے کو آئے تھے اس دوران محسن کا صرف ایک بار ہی فون آیا تھا۔ زہرا کا ایک ایک پل بے چینی سے گزر رہا تھا۔

اے خدا!!! تو جانتا ہے کہ محسن کی عطش شہادت بڑھ چکی ہے۔

اے شہیدوں کے خدا !!!!!

بس میری اتنی التجا سن لے ...

محسن کو اتنی مہلت دے دے کہ محسن اپنے بچے کو دیکھ لیں۔

ماہ صفر کے آخری ایام تھے کہ محسن شام سے واپس آگئے۔ خدا نے زہرا کی دعا قبول کر لی اور محسن کو اپنا وعدہ نبھانے کا موقع فراہم کر دیا۔ محسن نے آتے ہی زہرا سے پہلا جملہ یہ کہا زہرا! بہت عجیب بات ہے میں تم سے وعدہ تو کر گیا تھا اور میرے دل میں بچے کو دیکھنے کی خواہش تھی لیکن وہاں کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں آجاتا۔ میں بچے کو دیکھ کر فوراً چلا جاؤں گا۔

پھر محسن نے کہا زہرا لیکن وہاں میں جن علاقوں میں تھا، مارٹر کے گولے اور کارتوس میرے آس پاس سے گزر جاتے تھے لیکن مجھے ایک خراش تک نہ آئی! مجھے لگتا ہے کہ تم نے خدا سے اتنی التجا کی ہے کہ خدا نے مجھے ایک بار پھر تم سے ملوا دیا۔ میں آ تو گیا ہوں مگر مجھے ڈر ہے کہیں شہادت کا یہ دسترخوان لپیٹ نہ دیا جائے۔ سب جام پی لیں اور میں محروم رہ جاؤں۔

زہرہ نے محسن کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا اور کہا آغا محسن جس طرح میں نے خدا سے التجائیں کر کے آپ کو بلوایا ہے اسی طرح آپ کی شہادت کی بھی التجا کروں گی۔ آپ مجھ پر بھروسہ اور اطمینان رکھیں میں آپ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ شہادت آپ کے نصیب میں لکھی ہے۔ آغا محسن جب انسان کسی چیز کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے تو اسے پا لیتا ہے۔

(کتنی عظیم ہوتی ہیں ایسی عورتیں جب ہم ان کے بارے میں پڑھتے ہیں تو سب ایک افسانہ,ایک داستان سی لگتی ہے مگر ہم جیسے لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ خداوند عالم ہر دور میں کچھ ایلے افراد کو زمین پر اتارتا ہے اور ایلے ان کی ہدایت کرتا ہے کہ یہ لوگ آنے والی نسلوں تک کے لیے عملی نمونہ بن جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے کردار کی عظمتوں کو دیکھ کر زمانہ پکارتا ہے کہ یہی سفیران ولایت ہیں، محافظین اسلام ہیں۔ مکتب اہل بیت کی منہ بولتی تصویر ہیں جو حقیقی وارث خون ہیں)

اے کاش ہم بھی دنیاوی لذتوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اپنے آپ کو ایسا بنائیں کہ ہمارا شمار بھی اسلام کے حقیقی پیروکار اور محافظین میں ہونے گے آمین ۔

اپریل 2016

زہرا اور علی کا انتظار ختم ہوا ایک سہانی صبح ننھے منھے سے فرشتے نے زہرا کی گود میں آنکھیں کھولیں۔

محسن نے بازو پھیلا کر نازک سے پھول کو اپنی آغوش میں لیا، پیشانی چومی اور زہرہ سے کہا زہرا میں نے بی بی زینبؑ کے روضے پر دعا مانگی تھی کہ اگر خدا(ج) نے ہمیں بیٹا عطا کیا تو اسکا کا نام بی بیؑ کے بابا کے نام پر علی رکھیں گے (علی آغا)

اور اگر اللہ(ج) نے بیٹی جیسی رحمت سے نوازا تو بی بیؑ کی والدہ گرامی(س) کے مقدس و پاک نام پر فاطمہ رکھیں گے۔

اگر تم موافق ہو تو ہم اپنے ننھے فرشتے کا نام علی رکھتے ہیں۔

مگر زہرا جان! میں اپنے والدین سے بھی پوچھوں گا مجھے ان کی خوشی بھی بہت عزیز ہے۔ پھر سب کی رضائیت سے اس ننھے فرشتے کا نام علی رکھا گیا۔ علی دنیا میں کیا آیا جیسے گھر میں بہاریں اتر آئی تھیں۔ ننھا علی گھر بھر کی جان بن گیا۔ محسن کی ماں کافی مطمئن ہو گئی تھیں کہ اب محسن واپس نہیں جائے گا۔

انہیں محسن کی آرزو کا علم تھا مگر یہ علم نہیں تھا کہ ان کے لعل نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے وہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ اس راستے کی انتہا صرف شہادت ہے۔

مگر اے مادر محسن!

آپ کا لختِ جگر تو اپنی شہزادی زینبؑ کے در کی چوکھٹ کا بوسہ لے کر اپنی بی بیؑ سے وعدہ کر کے آیا ہے کہ

"اے آقازادیؑ! آپ کا یہ غلام اپنی آخری سانس تک اور اپنے لہو کے آخری قطرے تک آپ کی پاسبانی کرے گا۔ اپنے آپ کو فدا کر دے گا مگر آپ کی جانب کسی کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دے گا"

ہر گزرنے والا لمحہ محسن پر گراں تھا محسن کی بے قراری شام سے آنے کے بعد مزید بڑھ گئی۔ زہرا محسن کو تسلیاں دیتی اور کہتی آقا محسن اتنی بے قراری نہ کریں خدا آپ کی آرزو ضرور پوری کرے گا میں ہر رات نماز شب میں آپ کے لیے بی بی فاطمہ (س) سے شہادت طلب کرتی ہوں۔

مگر محسن کا کہنا تھا زہرا تم نہیں جانتیں میرا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اب مجھے دوبارہ جانے کی اجازت نہیں مل رہی ہے۔ اگر مجھے کسی طرح بھی دوبارہ جانے کی اجازت نہیں ملی تو کیا ہوگا۔

میرے کام میں کہیں نہ کہیں جھول رہ گیا ہے جو میں زندہ سلامت واپس آگیا۔ مارٹر کے گولے میرے ارد گرد گر کر ٹھنڈے ہوجاتے تھے۔ گولیاں میرے آس پاس سے گزر جاتی تھیں اور مجھے اتنی سی خراش تک نہ آئی۔ محسن کا بلک بلک کر رونا زہرا کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ زہرا نے محسن سے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ اپنا وعدہ نبھانے کی پوری کوشش کر رہی تھی اور محسن اپنی آقا زادیؑ سے جو وعدہ کر کے آیا تھا اسے نبھانے کے لیے بہت بے چین تھا۔ محسن کا کہنا تھا کہ ہم روز عاشورہ میدان کربلا میں موجود نہیں تھے۔ وگرنہ اہل بیتؑ اطہار کا ساتھ دیتے۔ مگر اب ہمیں موقع دیا جا رہا ہے تو ہم کیوں یہ موقع ہاتھ سے گنوائیں۔ آج یہ ثابت کرنا ہے کہ روز عاشورہ ہم اپنے امام سیدالشھداؑ کے انصار و مددگار میں سے ہوتے یا راستے سے واپس لوٹ جانے والوں میں ہمارا شمار ہوتا۔ یہی باتیں جب محسن اپنے گھر والوں کے سامنے کہتا تو ماں کا دل بیٹھ جاتا۔ وہ کہتیں محسن میری جان خدا نہ کرے کہ کسی ماں کا جوان بیٹا اس سے بچھڑ جائے۔ تم ایک بار جا چکے ہو میں اب تمھیں جانے نہیں دوں گی۔

محسن نے مسلسل روزے رکھنے شروع کر دیئے تھے اور کھانا بہت کم کر دیا تھا۔

ایک رات محسن کو خواب میں ڈویژن 8 کے شھدا نے شہادت کی خبر دی اور کہا صبر کرو شہادت کا وقت آنے دو، بے قراری مت کرو۔

محسن نے ہر جمعرات کو پابندی سے جمکران اور قم بی بی کی زیارت کے لیے جانا شروع کر دیا تھا۔ محسن کا کہنا تھا میں نے منت مانی ہے کہ 40 جمعرات مسجد جمکران جاؤں گا تاکہ مجھے میرے سوال کا جواب مل جائے کہ میری شہادت میں کیا چیز رکاوٹ بنی تھی ہر جمعرات کو کام سے پلٹتے ہی محسن قم کا رخ کرتا۔

زہرا کا ساتواں مہینہ تھا وہ ہر بار محسن کے ہمراہ جانے کی ضد کرتی مگر والدین روک دیتے۔

زہرا بھی پہلے سے محسن کے لیے کھانے کا ٹفن آمادہ رکھتی اور صرف کھانا ہی نہیں بلکہ زہرا نے مختلف رنگوں کے بہت خوبصورت ٹفن رکھے ہوئے تھے جن میں زہرا کھانے کے ساتھ مختلف لوازمات سجا کرمحسن کے ہمراہ کرتی۔

ایک رات اس نے کیک بنا کر محسن کو دینے کے لیے تیار رکھا.. اسے معلوم تھا کہ محسن کو اس کے ہاتھ کا کیک بہت پسند ہے۔ تھوڑے سے ڈرائی فروٹ بھی محسن کی جیب میں ڈال دیتی۔

پھر جمعہ کی صبح سے ہی زہرا کا انتظار شروع ہو جاتا۔ ظہر تک محسن واپس آ جاتا۔

زہرا ذوق و شوق سے محسن کی پسند کا کھانا دستر خوان پر سجا دیتی تاکہ محسن آتے ہی دستر خوان پر کھانے کے لیے آ جائے۔

زہرا کے اور محسن کے جتنے چاہنے والے تھے سب اس بات کو جانتے تھے اور وہ اکثر زہرا سے کہتے "تم محسن کو بہت سر چڑھا رہی ہو۔ دو سال بعد یہ اس سب کا اتنا عادی ہو جائے گا کہ تم اپنے آپ کو اس کے لیے ختم بھی کر لو گی تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا"

مگر زہرا کیسے بتاتی کہ میرا یہ عزیز شوہر تو مسافر ہے وہ تو کسی اور دیار کا راہی ہے تم لوگوں کو کیا معلوم میری تو دل میں یہ حسرت ہی رہ گئی کہ قم کا سفر اپنے عزیز ہمسر کے ہمراہ کروں محسن کے قریب رہوں دورانِ سفر ہم خوب باتیں کریں، خوب ہنسیں بولیں۔ ڈرائیونگ کے دوران محسن کو چائے کی طلب ہو تو میں محسن کو چائے بنا کر دوں۔ اپنے ہاتھ سے بسکٹ توڑ کر اس کے منہ میں رکھوں۔

اور جب بسکٹ کے ذرات اس کے داڑھی میں رہ جائیں۔۔ تو میں خود اپنے ہاتھوں سے صاف کروں۔

اور جب وہ اپنی پسند کا نوحہ سن رہا ہو، اور آواز میں آواز ملا کر پڑھ رہا ہو تو خوب اسے چھیڑوں۔۔

لیکن۔۔۔

محسن کو کسی طرح بھی جانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ اب محسن پر ایک خاموشی سی طاری ہوگئی تھی۔ زہرا بھی اس بات کو نوٹ کررہی تھی۔ محسن کے ہنستے مسکراتے چہرے پر اداسیاں سی اتر آئی تھیں۔

ماہ رمضان المبارک شروع ہوچکا تھا۔

ایک روز محسن نے والدین کو فون کیا اور ان سے کہا کہ آپ کو میرے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی قدم گاہ زیارت کے لیے چلنا ہے۔ والدین نے کہا اتنی کیا جلدی ہے ماہ رمضان کے بعد چلیں گے۔ مگر محسن کے اصرار کے بعد والدین چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اگرچہ علی کی پیدائش کے ایک ماہ بعد زہرا اور محسن ننھے علی کو لے کر امامؑ کی خدمت میں حاضری دے چکے تھے۔

مشھد مقدس میں دس روز کے قیام میں محسن کا زیادہ وقت حرم میں گزرتا۔

ماہ رمضان کی اکیسویں شب محسن کا اپنے امامؑ سے توسل ختم ہوا۔ محسن نے اپنے دل کا درد ایک کاغذ پر تحریر کیا اور امامؑ کی خدمت میں بھیجا۔ اس رات شب قدر کے اعمال کے دوران امام مہربانؑ نے شہادت کے پیاسے مسافر کے شہادت نامے پر دستخط فرما دیئے۔ اور محسن پر یہ بھی واضح ہو گیا کہ جانے کے لئے ماں کو راضی کرنا ضروری ہے۔

اعمال کے تمام ہونے کے بعد محسن نے ماں کے کاندھے پر سر رکھ کر کہا میری جان سے عزیز ماں! آپ کو میری آرزو کا علم ہے نا۔ میں اس سے زیادہ صبر نہیں کر سکتا۔ میری بی بیؑ کی ھل من ناصر کی صدائیں میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ میرے آقا حسینؑ کی ننھی سکینہؑ ایک بار پھر اپنے چچا عباسؑ کے انتظار میں ہے۔

میری ماما اور میرے بابا!! میں آپ کو امام کے حرم مطہر اس لیے لایا ہوں کہ میرے جانے پر دل سے راضی ہو جائیں۔

ماما جان! آپ تو ان ماؤں میں سے ہیں جو اپنی گود سے بچوں کو اپنے مولاؑ کا عاشق بنا دیتی ہیں۔ کیا آپ کا شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کے مصائب پر رونا ایسا ہی تھا؟

محسن نے اپنی بات ختم کی تو ماں نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہا میری جان! ماں تم پر قربان ہو جائے۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہاں کے حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ بات ہمارے مقدس مقامات تک آپہنچی۔

محسن نے گریہ کرتے ہوئے کہا جی ہاں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کا ایک بڑا گروہ ایران پر بھی حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ ان کے لیڈر نے کہہ دیا ہے کہ ہم بہت جلد تہران میں اپنا جھنڈا لہرانے والے ہیں۔

ماما اور بابا مجھے زندگی بھی عزیز ہے آپ سب بھی عزیز ہیں مگر میں بی بیؑ سے وعدہ کر کے آیا ہوں۔

ماما اگر مجھے شہادت نہیں ملی اور میں سلامت واپس آگیا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو بتائے بغیر گیا تھا۔

ماما آج حرم امامؑ میں آپ کا محسن آپ سے اذن شہادت طلب کرتا ہے۔

میری جان سے عزیز ماما۔۔ میری جان۔۔۔ میں دنیا میں تو آپ کا حق ادا نہ کر سکا۔۔ مگر وعدہ کرتا ہوں کہ اُس دنیا میں آپ سب کی شفاعت ضرور کرواؤں گا۔

جب تک آپ مجھے اجازت نہیں دیں گی میرے کام میں رکاوٹ رہے گی۔ بابا خدا کے لیے میرے جانے پر راضی ہوجائیں۔

محسن بچوں کی مانند التجائیں کر رہا تھا۔ بالآخر محسن نے ماں کی اجازت لے ہی لی۔ ماں نے محسن کا ماتھا چوم کر کہا محسن میری جان جاؤ میں تمھیں بی بی زینب سلام اللہ علیہا کے حوالے کرتی ہوں۔ مگر میری جان میں تمہارے واپس آنے کی دعا ضرور کروں گی......

باپ نے بھی محسن سے کہا محسن جان !!! دفاع مقدس کے دوران جب ہم محاذوں پر ہوتے تھے۔ کسی بھی کاروائی کے لیے جاتے وقت ایک دوسرے کے لیے شہادت طلب کرتے تھے۔ مگر میرے نصیب میں شہادت نہیں تھی۔

تم جب شام سے واپس آئے ہو تو میں نے تمہارے ماتھے پر لکھا لفظ شہادت پڑھ لیا تھا. مگر میں ابھی تک تمہاری ماں کی وجہ سے خاموش تھا۔

پھر محسن کے بابا نے ہنس کر کہا محسن بیٹا! شہادت کے متوالے تو ہم بھی تھے۔ مگر تم تو ہم سے بھی آگے نکل گئے۔ جاؤ میری طرف سے پہلے بھی اجازت تھی اب بھی اجازت ہے۔

ماں باپ سے اجازت لے کر محسن کو کچھ سکون سا ہوگیا۔

پھرمشہد سے کچھ دن واپسی کے بعد محسن کو دوبارہ شام جانے کی اجازت مل گئی۔ محسن نے گھر پہنچنے کا بھی انتظار نہیں کیا اور راستے میں ہی زہرا کو فون کر کے بتایا کہ اسے دوبارہ جانے کی اجازت مل گئی ہے۔

زہرا کی آنکھوں سے خود بخود آنسو گرنا شروع ہو گئے۔ نجانے ان آنسوؤں میں کونسا راز چھپا تھا کہ یہ بند ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ زہرا کا دل کہہ رہا تھا کہ جتنا گریہ کرنا ہے ابھی کرلو، محسن کے بعد تمہیں بڑی بھاری ذمہ داری ادا کرنی ہے۔

محسن کے گھر پہنچنے تک زہرا نے منہ ہاتھ دھو کر اپنے آپ کو فریش کر لیا۔ مگرمحسن زہرا کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر سمجھ گیا کہ ان آنکھوں نے گریہ کیا ہے۔

محسن نے آ کر بتایا کہ بس اسی ہفتے میں مجھے نکلنا ہے۔ پھر محسن نے زہرا سے کہا زہرا جان ! اہل بیتؑ پر ایک مرتبہ جان دینے میں مزہ نہیں ، میں دوبار شہید ہونا چاہتا ہوں، ایک بار ابھی، اور ایک بار جب امام زمانہؑ ظہور کریں گے۔

محسن انتہائی جوش و خروش سے اپنے جزبات بیان کر رہا تھا. زہرا جان..دیکھنا! اگر تکفیریوں نے مجھے گرفتار کر لیا تو میں بے خوف و خطر دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہوں گا کہ میرے مولا علیؑ ہیں، میں علیؑ کا فدائی ہوں۔ میں باآواز بلند اپنے مولاؑ کے اتنے نعرے لگاؤں گا کہ انہیں غضب ناک کر دوں گا۔

زہرا اپنے دل کو مٹھی میں بھینچے اہل بیتؑ کے اس فدائی کی باتیں سنتی رہی... محسن مسلسل بول رہا تھا.

زہرا... مگر ایک بات ہے... زہرا نے کہا.. وہ کیا؟

زہرا میرے پاس ایسی کوئی نشانی ہونی چاہیے کہ اگر میں گرفتار کر لیا جاؤں تو اس نشانی پر نظر پڑتے ہی دشمن آگ بگولا ہو جائے۔

بغض علیؑ اور آل علیؑ کی جو آگ ان کے دلوں میں ہے وہ اور بھڑک جائے۔ کوئی ایسی نشانی کہ ان کو پتہ چل جائے کہ میں امیرالمومنینؑ کا شیدائی ہوں، علیؑ میرے سردار ہیں۔ بس پھر میں سوچ سکتا ہوں کہ یہ ملعون میرا کیا حال کریں گے۔ اپنا سارا بغض مجھ پر نکال دیں گے۔

یہ سن کر زہرا لرز گئی اس کے لہجہ میں لرزاہٹ سی آئی اور بولی بس کریں محسن! مجھے آپ کی گرفتاری منظور نہیں ہے۔ مجھ سے وعدہ کر کے جائیں کہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ان ملعونوں کے ہاتھوں اسیر نہ ہوں گے۔ میں آپ کی شہادت پر راضی اور خدا کی شاکر ہوں، مگر ان ظالموں کے ہاتھوں آپ کی اسیری پر راضی نہیں۔

محسن نے زہرا کی آنکھوں میں تیرتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا زہرا جان تمھیں کیا ہوا... تم تو میری شریک سفر ہو۔ تم نے اس سفر میں میری بہت مدد کی ہے۔ زہرا اپنے ارادوں کو مضبوط رکھو، اپنی ہمت کو بلند رکھو۔ ہم دونوں نے مل کر اس راستے کا انتخاب کیا ہے۔ یہ ایک عاشقانہ انتخاب ہے۔ ہم پورے شعور اور آگہی کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔

زہرا میری جان! میں اپنے رب سے ایسی شہادت مانگتا ہوں، جیسی روز عاشورا اصحاب امام حسین علیہ السلام نے حاصل کی۔ میں بھی اسی طرح شہادت کی حلاوت کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ میں بھی عشق کی اس منزل پر پہنچنا چاہتا ہوں جس پر میرے مولا کے جانثار پہنچ چکے تھے کہ موت ان کے لئے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہوگئی تھی۔ کیا میں سیدالشھداء امام حسینؑ کے سیاہ فام غلام جون کے برابر بھی نہیں ہو سکتا جنھوں نے دشمن کے سامنے سینہ تان کر کہا تھا کہ اے تلواروں اور نیزوں آؤ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔۔۔مگر میں پھر بھی اپنے مولاؑ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

زہرا جان اگر تم اتنی بے قراری دکھاؤ گی تو میرے حوصلے پست ہو جائیں گے۔۔۔ ابھی تو ماما کو بھی اپنے جانے کی خبر دینی ہے۔ تمہارا حوصلہ ہی مجھے ماما سے خداحافظی کی اجازت دے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "خدا نے ہمارے عشق و محبت کے خزانے کو کہ جو اس عرش کے نیچے ہے اور سونے چاندی کے خزانوں کی طرح ہے آسمان سے نازل فرمایا ہے اور اس کو معین مقدار میں سوائے اپنے بہترین بندوں کے کسی پر نازل نہیں فرماتا"

یہ عشق و محبت برسنے والے بادل کی طرح ہے پس خداوند جس پہ چاہے بادل کو حکم دیتا ہے اور باران محبت نازل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ باران محبت شکم مادر میں پلنے والے بچے تک پہنچتی ہے۔ اور بے شک اہلبیتؑ کے عشق و محبت کا یہ بادل ایسا ٹوٹ کر محسن پر برسا کہ محسن کی روح تک کو سرشار کر گیا۔

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا وند عالم نے محسن کو عشق اہلبیت علیہ السلام کا بہترین تحفہ عطا کرکے محسن کو اپنے بہترین اور مقرب بندوں میں شامل کر لیا۔

محسن اکثر یہ کہا کرتا کہ جس طرح جناب جون خادم الحسین تھے، میں بھی جون خادم المھدی علیہ السلام ہوں۔

یہی وجہ تھی کہ شہید کی زوجہ نے شہید کی وردی پر "جون خادم المھدی" لکھوا کر لگایا تھا۔

آپ سب یقیناً جناب جون کا واقعہ جانتے ہیں کہ جناب جون کون تھے اور کس طرح انہوں نے اپنے وقت کے امام کی آواز پر لبیک کہا، اور امام وقت، امام حسین علیہ السلام کے حامی و مددگار ثابت ہوئے۔

یہاں یاد دہانی کے لیے مختصراً بتاتی چلوں۔

واقعہ عاشورہ کے بعد دستہ بنی اسد جب کربلا میں شہدا کے جنازوں کو دفن کرنے آئے تو ان جنازوں کے درمیان ایک ایسا جنازہ پایا جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند سفید تھا، اور اس کا جسم خوشبو سے مہک رہا تھا۔ یہ جنازہ امامؑ کے سیاہ حبشی غلام جناب جون کا تھا۔

مولائے کائناتؑ نے جناب جون کو ڈیڑھ سو دینار میں خرید کر جناب ابو ذر غفاری کو ہدیہ کر دیا تھا۔ جناب ابوذر غفاری کی رحلت کے بعد جون واپس جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آگئے۔ امامؑ کی شہادت کے بعد جون امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ آپ کو آزاد کر دیں۔ مگر جون آپ کے در کی چوکھٹ پکڑ کر بیٹھ گئے اور رو رو کر فریاد بلند کی میرے آقا! میرے لیے یہ غلامی آزادی سے ہزار درجے قیمتی ہے۔ میں آپ کا در چھوڑ کے نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔

جب واقعہ عاشورہ پیش آیا تو جناب جون بھی امام علیہ السلام کے ہمراہ کربلا آگئے۔ روز عاشورہ جناب جون بار بار امامؑ سے اذن جہاد طلب کرتے رہے مگر امام علیہ السلام اجازت نہیں دے رہے تھے۔

وقت شہادت حضرت جون کی عمر 90 سال تھی۔ شاید اسی بنا پر امامؑ نے آپ کو جنگ کی اجازت نہ دی ہو۔ جناب جون نے جب دیکھا کہ جنگ کی اجازت نہیں مل رہی تو امام حسین علیہ السلام کے قدموں پر گر پڑے، اور کہا مولا! آپ مجھے اس لیے اجازت نہیں دے رہے کہ میں ایک ادنی سا غلام ہوں میرا کوئی حسب نسب نہیں۔

میرے جسم سے بدبو آتی ہے اور میرا چہرہ سیاہ ہے۔۔

بالآخر جناب جون نے رو رو کر اجازت طلب کرلی۔

اور میدان جنگ میں ایسا رجز پڑھا کہ دشمن آگ بگولہ ہوگیا اور جناب جون کو ہر طرف سے گھیر کر ان پر تیروں تلواروں اور نیزوں کے ایسے وار لگائے کہ جناب جون کا بدن چھلنی ہو گیا۔

وقت شہادت امام علیہ السلام نے جناب جون کا سر اپنی آغوش میں لیا اور بے تحاشہ گریہ کیا۔ آپ نے جناب جون کے لیے دعا کی "بار الہا !!! جون کا چہرہ سفید و نورانی کر دے اور روز محشر انہیں ہمارے ساتھ ہمارے نام کے ساتھ محشور فرما"

امام کی دعا کی برکت سے جناب جون کا چہرہ نورانی ہوگیا اور ان کا جسم بہشت کی خوشبو سے معطر ہو گیا۔

جناب جون کی داستان سے محسن اتنا متاثر تھا کہ اپنے آپ کو "جون خادم المھدی" کہنا شروع کر دیا۔

رشک آتا ہے ایسے جوانوں پر جو زندگی کا لطف اہلبیت علیہ السلام کی غلامی میں ہی حاصل کرتے ہیں۔

محسن کو یہ ہفتہ سالوں مہینوں کے برابر لگ رہا تھا۔ بالآخر وہ دن بھی آن پہنچا جب محسن ،اپنی بی بی کی خدمت میں دوبارہ حاضری کا وعدہ کرکے آیا۔ جانے سے ایک دن پہلے محسن نے اپنے والدین کے گھر فون کیا.. چھوٹی بہن نے فون اٹھایا۔ محسن نے بہن سے کہا کہ ماما سے کہنا آج رات ہم لوگ آئیں گے۔ بہت دن ہوگئے ماما کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھایا۔ پھر محسن نے بہن سے کہا کہ باجی کو بھی کہہ دو کہ اپنے شوہر اور بچےَ کے ساتھ ماما کے ہاں ہی آ جایئں آج میں سب کے ساتھ مل کر کھانا کھانا چاہتا ہوں۔ بہن نے فون رکھا اور خوشی سے ماں کو آواز لگائی ماما، ماما !!! بھیا کا فون تھا، بھیا نے کہا ہے ان کی پسند کا کھانا بنا کر رکھیں اور باجی کو بھی بلالیں۔ محسن کی ماں یہ خبر سن کر خوش بھی تھیں اور حیران بھی، محسن میرے بچےَ نے کبھی فرمائش کرکے کھانا نہیں بنوایا.. آج کیا بات ہے؟ ماں نے فوراً محسن کے والد کو فون ملایا اور کہا آج جلدی آجایئے گا محسن آئے گا.... مگر میرا دل پریشان ہے... محسن اس سے پہلے تو کبھی اس طرح سے فون کرکے نہیں آیا اور نہ ہی اس سے پہلے کبھی کسی کھانے کی فرمائش کی۔ آج تو میرے بچےَ نے فرمائش کی ہے کہ اس کی پسند کی ڈش بنا کر رکھوں۔

محسن کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ شام میں ہی آگئی۔ محسن کے بابا بھی سویرے ہی آگئے۔ گھر میں سب کی نگاہیں دروازے پر تھیں... ذہنوں میں سوال تھا جب سے محسن کی شادی ہوئی تھی پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ محسن نے آنے سے پہلے خبر کی تھی۔ بالآخر دروازے پر بیل ہوئی، بہن نے دوڑ کر دروازہ کھولا۔ محسن ہمیشہ کی طرح مسکراہٹ لبوں پہ سجائے، ننھے علی کو گود میں لیے زہرا کے ہمراہ اندر داخل ہوا... ماں نے گلے سے لگا کر دعائیں دیں۔ محسن مسلسل ہنس بول رہا تھا۔ ماں بھی مسلسل نوٹ کر رہی تھیں کہ محسن آج بہت خوش ہے۔ وہ یہ بھی محسوس کر رہی تھیں کہ آج محسن ان سے بہت لاڈ دکھا رہا ہے... بار بار انہیں مخاطب کر رہا ہے۔ کبھی ان کے گالوں پہ بوسہ دیتا ہے کبھی ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگاتاہے... تقریبا گھر کے سبھی افراد اس بات کو نوٹ کر رہے تھے۔ بالآخر چھوٹی بہن نے کہہ ہی دیا 'بھیا کیا بات ہے؟ ایسا لگتا ہے سالوں بعد ماما سے ملے ہو' محسن نے جواب دیا 'میری پیاری بہن! میں سالوں بعد ماما سے نہیں ملا ہوں مگر اب کبھی نہ ملنے کے لیے ماں کی خوشبو اپنے اندر جذب کرلینا چاہتا ہوں' محسن کے اس ذو معنی جملے نے سب کو چونکا دیا۔ بالآخر محسن کو بات کرنے کے لیے سرا مل گیا۔

محسن نے زہرا کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا کہ بات شروع کرے۔ زہرا نے بات شروع کی ....

ماما!!! محسن کو شام جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ اس بار محسن کو ڈویژن کی کمانڈ دے کر بھیج رہے ہیں۔ محسن کا نامعلوم مدت تک وہاں رہنے کا پروگرام ہے۔

آپ سے خدا حافظی کرنے آئے ہیں۔ زہرا نے ایک ہی سانس میں یہ سب کہہ کر سینے پہ ہاتھ رکھا اور اپنی سانس بحال کی۔ ہال میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔

کچھ فاصلے سے بیٹھے محسن کے والد، بھائی اور بہنوئی بھی محسن کی ماں کی طرف دیکھنے لگے۔ ماں خاموش تھیں اور ایک ٹک بیٹے کو تک رہی تھیں۔

بیٹے کے چہرے کو تکتے ہوئے یہ ماں نا جانے کربلا کی کونسی شیر دل خاتون سے اپنے لیے ہمت و صبر طلب کررہی ہوں گی۔

چھوٹی بہن کے گریہ کی آواز نے اس سکوت کو توڑا جو محسن کے کندھے سے لگی زار زار رو رہی تھی۔ محسن کے لب خاموش اور نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

زہرا نے ماں کا کندھا ہلایا۔

ماما!!! محسن آپ سے خدا حافظی کے لیے آئے ہیں۔

آپ کی دعایئں لینے آئے ہیں۔

ماما ! محسن کو رخصت دیجیے۔

محسن نے جھک کر ماں کے قدموں کے بوسے لیے۔

ماما میں نے منت مانی تھی کہ مجھے شام جانے کی اجازت مل گئی توآپ کے قدموں کے بوسے لوں گا۔

ماں نے محسن کو گلے سے لگا لیا، فخریہ انداز میں بیٹے کو دیکھا۔ میری جان،میری ٹھنڈک! جاؤ میں نے تمہیں بانو زینب سلام اللہ علیہا کے حوالے کیا۔

بی بیؑ میرا ھدیہ قبول کریں۔

پھر محسن نے باپ کے قدموں کو چوما بابا!! مجھ سے راضی رہیے گا، میں آپ کا سہارا نہیں بن سکا۔

بہنوں کو گلے لگایا۔

میری شہادت کے بعد چیخ و پکار نہ کرنا صبر سے کام لینا، ماما بابا کو سنبھالنا۔

ہاں اس رات حسین کا یہ جانثار، میدان جنگ میں جانے کے لیے اپنے اہل خانہ سے رخصت طلب کر رہا ہے، اور اہل خانہ کی گریہ و زاری بتا رہی ہے کہ یہ جوان اب واپس آنے والا نہیں۔۔۔

مسافر بہشت چلا گیا۔۔۔ اپنی شہزادیؑ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنے چلا گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد گھر سونا سونا سا ہو گیا

اداسیوں نے ڈیرہ ڈال لیا تھا۔

محسن جس انداز میں اپنے گھر والوں، دوستوں اور اہل محلہ سے خدا حافظی کر کے گیا تھا سب کے دل یہی کہہ رہے تھے کہ محسن اب نہیں آئے گا، اس کی شہادت یقینی ہے۔

ہر ملنے والا آ کر یہی تسلی دیتا کہ ہم دعا کر رہے ہیں کہ محسن خیریت سے واپس آجائے

مگر ......

زہرا تو جانتی تھی محال ہے جو محسن ساتھ خیریت کے واپس آ جائے۔ یہ مولا کا شیدائی امام رضا علیہ السلام سے اپنے شہادت نامے پر دستخط کروا کر گیا تھا۔

والدین کی رضایت لے کر گیا تھا

اس بار محسن پکا کام کر کے گیا تھا

جانے کے ایک ھفتے بعد محسن کا فون آیا۔

محسن کی آواز سن کر زہرا کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔

یہ محسن کی آواز ہے میرے محسن کی.... جو میری زندگی ہے، میری کائنات ہے۔

زہرا کے رونے کی آواز سے محسن کی آواز بھی بھرا گئی۔

زہرا تسلی رکھو میں یہاں بالکل خیریت سے ہوں، مجھے یہاں بہت سکون ہے .جب بھی بی بی زینب سلام اللہ علیہا کی زیارت کے لیے جاتا ہوں تم سب کو یاد رکھتا ہوں۔

زہرا سسکیوں کے دوران صرف محسن کی آواز کو سنتی رہی۔

اسے اس وقت محسن کی آواز ایک سریلے نغمے کی مانند لگ رہی تھی۔

زہرا! علی کیسا ہے؟ مجھے ننھے علی کی بہت یاد آتی ہے۔ جیسے ہی تنہا ہوتا ہوں علی کی شرارتیں میری نگاہوں میں گھومنے لگتی ہیں۔ میرے علی کو ضرور بتانا کہ اس کا بابا اسے کیوں چھوڑ کر چلا گیا۔

پھر محسن کی آواز آئی زہرا جان! تم بھی تو کچھ بولو تمہاری آواز سنے کتنے سارے دن گزر گئے ہیں۔

ابھی گفتگو جاری تھی کہ فون پر رابطہ منقطع ہو گیا۔--

اس روز زہرا کا دل بے حد اداس ہو گیا زہرا کو شدت سے محسن کی یاد ستانے لگی۔ اس نے ننھے علی کو ساتھ لیا اور شہید احمد کاظمی کی قبر پر آگئی۔

شہید کاظمی اور گمنام شہدا کے مزار پر قرآن پاک کی تلاوت اور زیارت عاشورہ ان شہدا کو ھدیہ کرنے کے بعد زہرا کو بے پناہ سکون ملا۔

اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لیے زہرا نے پھر سے یونیورسٹی جانا شروع کردیا۔

17 اگست 2017

آج صبح سے ہی محسن کی ماں کا دل بے چین تھا۔

بار بار دھیان محسن کی طرف جا رہا تھا اس آخری ٹیلفون کے بعد انھوں نے اپنے بچے کی آواز نہیں سنی تھی۔ انہیں محسن کی باتیں، اس کی شرارتیں، بات بات پہ ہنسنا، سب کچھ یاد آ رہا تھا۔

شام ڈھلنے کو تھی مگر ماں کے دل کو کسی طرح قرار نہ تھا۔ سب تسلیاں دے رہے تھے مگر ماں یہی کہہ رہی تھیں کہ لگتا ہے آج میرے محسن کو کچھ ہو گیا کہیں سے بھی مجھے محسن کی آواز سنوا دو۔ آج میرا دل بہت بے قرار ہے...

بی بیؑ میرے بچے کی خیر ہو...

بی بیؑ میرے بچے کو ان درندوں سے بچا لینا یہ تو کسی پہ بھی رحم نہیں کرتے۔

ماں کی گریہ و زاری سے گھر میں سبھی پریشان ہو رہے تھے۔ سب کا دھیان محسن کی ہی طرف تھا۔

ادھر زہرا بھی صبح سے بے چین تھی۔ کلاس میں بھی زہرا کا دل نہیں لگا۔ بار بار محسن کا خیال دل میں آتا رہا۔ زہرا یونیورسٹی سے اپنے والدین کے گھر آگئی۔

مگر وہاں بھی اس کا دل نہ لگا۔ زہرا کی والدہ اسے کھانے پر روکتی رہ گئیں مگر زہرا علی کو لے کر اپنے گھر چلی آئی۔

ہاں اپنا گھر... کہ جس کی تعمیر میں محسن نے مزدوروں کے ساتھ برابر کی مدد کی تھی۔

محسن کا کہنا تھا کہ زہرا میری شہادت کے بعد یہ دیواریں بھی مجھے یاد کریں گی کہ ان کی تعمیر میں، میں نے برابر کا حصہ لیا تھا۔

محسن نے بہت کوشش کی کہ اس کے سامنے گھر کی تعمیر مکمل ہو جائے مگر گھر کی تعمیر محسن کے شام چلے جانے کے بعد ہی مکمل ہوئی۔

زہرا کرائے کے مکان سے اپنے گھر میں شفٹ ہو گئی تھی جہاں کے درودیوار محسن کے وجود کی گواہی دے رہے تھے۔ آج تو زہرا کا اپنے گھر میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ اسے اپنے گھر کے درودیوار سے وحشت سی ہو رہی تھی۔ عجیب خوفزدہ کردینے والا سناٹا گھر میں تھا۔

دن ڈھلا رات کے سائے نمودار ہوئے۔ آج اس ڈوبتے سورج کے ساتھ زہرا کا دل بھی ڈوبتا گیا۔ زہرا نہیں جانتی تھی کہ اس کی بے قراریوں کا راز آج کے اسی ڈوبتے سورج میں نہاں ہے۔

ننھا علی بھی بار بار سوتے سے اٹھ کر رو رہا تھا۔

زہرا اسے تھپک کر سلادیتی، کچھ دیر بعد وہ پھر اٹھ کر رونے لگتا۔

شاید یہ معصوم بچہ بھی محسوس کر رہا ہو کہ اسکے بابا پر کیا گزر رہی ہے۔ زہرا کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

یااللہ ! یہ رات کی سیاہی چھٹتی کیوں نہیں۔۔۔ سورج طلوع کیوں نہیں ہوتا۔۔۔

زہرا رات بھر اپنے پروردگار سے راز و نیاز کرتی رہی۔

مصلے پر ہی زہرا کی ذرا دیر کو آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتی ہے، ہر طرف آگ کے شعلے ہیں دھوئیں کے بادل ہیں اور محسن ان میں گھرا ہوا ہے۔۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر!

اذان فجر صبح کی آمد کا اعلان کر رہی تھی۔ زہرا چونک کر اٹھی

یااللہ خیر!! یہ کیسا خواب تھا جو میں نے دیکھا!

کیا محسن شہید ہوگئے ؟؟

اس سے آگے زہرا کے آنسوؤں نے اسے کچھ سوچنے کی اجازت نہ دی۔ سورج نے اپنا بجھا بجھا چہرہ دکھایا۔

یہی سورج کل شام محسن کی اسیری کا دردناک منظر دیکھ کر غروب ہوا تھا۔

اور اب اپنے بجھے بجھے چہرے کے ساتھ زمین پر زرد کرنیں بکھیر رہا تھا۔

صبح سات بجے کے قریب زہرا نے بڑی بے دلی سے ایک کپ چائے پی، علی کو اٹھا کر تیار کیا اور یونیورسٹی جانے کے لیے نکلی۔

ابھی زہرا نے گلی پار بھی نہیں کی تھی کہ دیوار پر لگے پوسٹر پر نظر پڑی، زہرا چونک گئی۔

یا صاحب الزمان ....

یہ تو محسن کی تصویر ہے۔

تصویر میں محسن کے ہاتھ پیچھے بندھے تھے اور شمر ملعون خنجر ہاتھ میں لیے محسن کو پکڑے ہوئے تھا۔

پوسٹر کے نیچے لکھا تھا۔

《ایرانی مدافع حرم: کل شام داعش کے ہاتھوں گرفتار》

زہرا نے علی کو سینے میں بھینچ لیا۔

لڑکھڑاتے قدموں سے واپس گھر کی طرف آئی۔

یعنی محسن اسیر ہوگیا....؟ کب کس وقت؟ اسے اطلاع کیوں نہیں ہوئی؟ کیا محسن کے گھر والوں کو خبر ہوگئی یا نہیں؟ ایک ساتھ کئی سوال زہرا کے دماغ میں گردش کر رہے تھے۔ گھر پہنچ کر زہرا نے اپنے والد کو فون ملایا اور ان سے فورا اپنے پاس پہنچنے کو کہا۔

زہرا کے والد جو آفس جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ زہرا کی روتی ہوئی آواز سن کر گھبرا گئے۔

پھر محسن کے بڑے بھائی کو فون ملایا انہوں نے بتایا کہ انہیں بھی آج صبح ہی معلوم ہوا ہے مگر یہ خبر اور تصویر دشمن کی طرف سے نشر ہوئی ہے۔ ہم ابھی سپاہ کے ہیڈ کوارٹر خبر کی تصدیق کرنے جا رہے ہیں۔

پھر محسن کے بھائی نے زہرا کو تسلی دیتے ہوئے کہا آپ پریشان نہ ہوں انشااللہ کہ خبر غلط ہو گی۔

زہرا خاکستر میں دبی چنگاری کی مانند سلگ رہی تھی۔ اپنی سب سے عزیز ھستی کے دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہونے اور ایذایئں سہنے کا تصور ہی زہرا کو دہلا رہا تھا۔

زہرا کے والدین بھی پہنچ گئے تھے۔ محسن کی گرفتاری کی خبر آناً فاناً ہر طرف پھیل گئی تھی۔ زہرا کے دروازے پر کھٹکے ہونا شروع ہوگئے تھے۔ محلے کی خواتین زہرا کو تسلیاں دے رہی تھیں۔ مگر زہرا کو کچھ بھی سنائی نہ دے رہا تھا... زہرا کی روح تو محسن کے آس پاس تھی۔

کچھ دیر بعد محسن کے بڑے بھائی زہرا کو لینے پہنچ گئے۔ انہوں نے آتے ہی زہرا کے والد کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

محسن کے بھائی کو اس طرح روتے دیکھ کر زہرا کی ہلکی سی آس بھی ٹوٹ گئی۔

اسے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑی۔ بھائی کے گریہ نے خود بخود سمجھا دیا کہ محسن کے گھر والوں پہ کیا قیامت گزرنے والی ہے۔

کچھ دیر بعد محسن کے بھائی کی طبیعت ذرا سنبھلی تو انہوں نے بتایا کہ محسن کو کل شام داعشی شام اور عراق کے سرحدی علاقے 'تنف' میں گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

کل صبح داعش نے اس علاقے میں وسیع پیمانے پر کارروائی کی اور کافی تعداد میں مدافعین حرم کو شہید کر دیا۔

شام تک یہ جوان دشمن کے مقابل ڈٹے رہے مگر دشمن کی تعداد زیادہ تھی لہذا دشمن نے تینوں جانب سے انہیں گھیر کر شہید کر دیا اور محسن کو اپنے ساتھ لے گئے۔

پھر محسن کے بھائی نے بتایا کہ ابھی تک اتنی ہی خبر مل سکی ہے۔ ابھی سپاہ کے افراد اس جستجو میں ہیں کہ دشمن محسن کو گرفتار کر کے کہاں لے گئے ہیں۔

زہرا دل تھامے یہ سب سن رہی تھی۔ نجانے محسن کہاں ہوگا! نجانے دشمن محسن کا کیا حال کررہے ہوں گے!

اف میرے خدا ....

محسن کے بھائی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے زہرا سے مخاطب ہو کر کہا ہم نے ابھی تک ماما سے یہ خبر چھپائی ہوئی ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیں، آپ خود ہی انہیں بتائیے گا۔

میرے اندر ماما کو یہ خبر سنانے کی ہمت نہیں۔ --

زہرا جب محسن کے بھائی اور اپنے والدین کے ہمراہ محسن کے والدین کے گھر پہنچی تو گھر کے باہر لوگوں کا مجمع، محسن کی والدہ اور بہنوں کے نالہ و شیون کے شور سے سمجھ گئی کہ انہیں محسن کی گرفتاری کا علم ہو گیا ہے۔ کچھ گھنٹوں میں ہی محسن کی گرفتاری کی ویڈیو جو داعش نے بنا کر میڈیا پر جاری کی تھی سب تک پہنچ گئی۔ محسن کے گھر والوں کے لیے قیامت کی گھڑی تھی۔ ماں کے آہ و بکا سے گھر کے درو دیوار ہل رہے تھے۔ (بے شک ان درد بھرے اور قیامت خیز لمحات کو زیر قلم لانا آسان نہیں)

زہرا کو کسی طرح آرام و قرار نہ تھا۔

محسن ....

محسن ......

میری زندگی تم کہاں ہو؟ اس وقت تم پر کیا گزر رہی ہے ؟

محسن تمہیں کتنی پیاس لگی ہے...

تمہارے ہونٹ کتنے خشک ہیں...

اے میرے آقا حسین علیہ السلام ---

محسن کو جلد ہی اپنے ساتھ لے جائیں۔ میرے آقا محسن کو دی جانے والی ایذاؤں کا تصور ہی مجھے مارے دے رہا ہے۔

ہاں محسن کی خبر لینے کے لیے آنے والے تو یہ دعا کر رہے تھے کہ جلد ہی محسن رہا ہوکر آجائے.... مگر محسن کے گھر والے اپنے جگر کے ٹکڑے، آنکھوں کی ٹھنڈک کو دشمن کی جانب سے دی جانے والی ایذاؤں کے تصور سے اتنے نیم جان ہوگئے تھے کہ انہیں محسن کی موت زیادہ بھلی لگی۔ کیا آج تک کہیں دیکھا یا سنا ہے کہ کوئی ماں اپنے جوان لعل کے مرنے کی دعا کرے۔

ہاں مگر محسن کی ماں کے لیے محسن کی اسیری اور ایذاؤں کا صدمہ اس حد تک ناقابل تحمل تھا کہ یہ ماں اپنے بیٹے کی موت پر راضی ہوگئی تھی۔ اس ماں نے منت مانی کہ خدا آج ہی محسن کی شہادت کی خبر سنا دے تو وہ خدا کی راہ میں دنبہ قربان کرکے فقیروں میں تقسیم کریں گی۔

(ہم اس ماں کے کرب و اذیت کا اندازہ ان کی اس منت سے لگا سکتے ہیں کہ اس وقت ان پر کیا بیت رہی ہو گی)

ہمارا سلام ہو عقیلہ بنی عرب بانو زینب سلام اللہ علیہا پر... ہماری جانیں قربان ہو جائیں اس شہزادی پر کہ جس نے اس قدر مصائب تحمل کیے کہ آپ کا لقب ہی ام المصائب پڑ گیا۔

یہاں ایک نقطہ واضح کرتی چلوں، کہ واقعہ کربلا کو زندہ رکھنے کے لیے بہت مضبوط ارادوں کے افراد کی ضرورت تھی اور شہزادی زینبؑ نے ایسا کر دکھایا۔ آپ پر پڑنے والے مصائب کا کسی بھی مصیبت سے مقایسہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ صدموں سے نڈھال یہ بی بی کس طرح دشمن کے مقابل آہنی دیوار بنی ہیں۔ جس طرح آپ نے یزید و ابن زیاد کو ہزاروں درباریوں کے سامنے للکار کر ان کی حقیقت کھول کر رکھ دی۔ آپ نے دشمن کے مقابل گریہ و زاری نہیں کیا، آپ نے اپنے اوپر گزر جانے والے مصائب کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ یہی فرمایا کہ میں نے سوائے خوبصورتی کے کچھ نہیں پایا۔

اس فوج حسینی کی چند لاوارث اور صدمے سے چوُر بیبیاں خوب جانتی تھیں کہ کہاں انہیں اپنے وارثوں کو رونا ہے اور کہاں اپنے آنسو چھپا لینے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دفاع مقدس کے دوران ہر ماں اور زوجہ نے اپنے عزم و ارادے اور زینبی کردار سے دشمن کو ایسا لرزایا کہ دشمن آج بھی ایران کے نام سے لرزتا ہے اور اب شہداء مدافعین حرم کی مایئں کربلا میں بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھانے والی اس عظیم خاتون جناب زینب سلام اللہ علیہا کی پیروی میں صبر و تحمل اور عظم و ارادوں کا ایسا شاندار مظاہرہ کر رہی ہیں کہ دنیا حیران ہے۔

جب شہید حججی کی زوجہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ رات کی تنہائی میں محسن کو روتی ہیں؟

تو ان کی زوجہ نے جواب دیا میری کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں محسن کو یاد کرکے نہ روتی ہوں...ہاں مگر !!! میرے یہ آنسو دشمن کبھی نہ دیکھ پائے گا۔

امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی ہی دلیر خواتین کے لیے فرمایا "ہم دیکھ چکے ہیں کہ خواتین مردوں کے شانہ بشانہ، بلکہ (جہاد کی) صفوں میں ان سے بھی آگے کھڑی نظر آتی ہیں۔ انھوں نے اپنے بچوں اور نوجوانوں کو کھو دینے کے باوجود مقاومت جاری رکھی اور بے شک یہ خواتین، بانو جناب زینب سلام اللہ علیہا کے مکتب کی تربیت یافتہ ہیں"

(امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ)

9 اگست 2007

رات کے پچھلے پہر کچھ لمحے کے لیے محسن کے والد کی آنکھ لگ گئی... دیکھتے ہیں کہ محسن نے سبز لباس پہنا ہوا ہے، گلے میں سبز شال ہے اور ایک وسیع باغ میں اپنے کچھ دوستوں کے درمیان ہے۔

محسن بہت خوش اور مطمئن ہے... محسن نے خوش ہوکر باپ کو ہاتھ ہلایا اور اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کیا۔

اچانک گھر میں اٹھنے والے شوروغل اور فریاد فغاں سے محسن کے والد کی آنکھ کھل گئی۔ باپ نے دل کو تھام لیا... ایک عجیب دل کو سہما دینے والا شور تھا۔ باپ کو آتے دیکھ کر محسن کی بہنیں بین کرتی ہوئی باپ سے لپٹ گئیں۔

بابا! بابا! محسن شہید کر دیا گیا...

بابا! محسن کا سر جدا کر دیا گیا...

محسن کی بہنیں باپ سے لپٹی بین کر رہی تھیں۔ ہر آنکھ یہ منظر دیکھ کر اشکبار تھی۔ مگر عجیب بات تھی کہ محسن کی شریک سفر، محسن کی زندگی زہرا بالکل خاموش تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے محسن کی شہادت سے اسے قرار سا آگیا ہو۔ زہرا کو یہ بات ہی تسکین دے رہی تھی کہ اب محسن دشمن کی قید میں نہیں۔ اب محسن کو کوئی ایذا نہیں پہنچائے گا۔ محسن کی شہادت کی خبر سن کر جیسے گھر والوں کو کچھ سکون سا ہو گیا تھا۔

اگرچہ جوان بیٹے کی مظلومانہ شہادت نے باپ کے دل کو زخمی کر دیا تھا۔ مگر یہ غمگین باپ شکر گزار تھا کہ ان کا یہ فرمانبردار نیک اور با ایمان بیٹا شہادت کا جام پی کر ھنستا مسکراتا اپنے رب سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ انہیں محسن کے وہ الفاظ یاد آرہے تھے جو اس نے چلتے وقت اپنے بابا سے کہے تھے۔

بابا! آپ کا یہ بیٹا اپنی شہادت سے آپ کو سرخرو کر دے گا۔ بابا میں ایسے وقت میں اپنی جان دینے جا رہا ہوں جب ہر طرف سے مجھے اپنے امام وقت کی ھل من ناصر کی آوازیں آ رہی ہیں۔

لوگ اپنے مقصد سے غافل ہو رہے ہیں۔ جوانوں پر طرح طرح سے شیطانی جال پھینک کر انہیں اس جال میں پھنسایا جا رہا ہے۔

انشا اللہ میری شہادت ایک بار پھر سوئے ہوؤں کو جگا دے گی۔

بے شک محسن کی مظلومانہ شہادت نے صرف ایران میں ہی نہیں بلکہ ، دنیا بھر میں ہلچل مچا دی۔

دلیری، بہادری اور دشمن کے مقابل، چہرے پر اطمینان سجائے اس جوان نے دنیا والوں کو مات و مبہوت کر دیا۔

شہید محسن نے اپنے آقا و مولا امام حسین علیہ السلام کے جان نثاروں کی مانند شہادت پا کر ظالم، فاسق و فاجر حکومتوں کی بربریت اور ظلم و ستم کو ایک بار پھر بے نقاب کر دیا۔

10 اگست کو نجف آباد کے ڈویژن 8 کے کمانڈر سیف اللہ رشید زادہ اسلامی نے محسن کی شہادت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ محسن حججی ابو کمال کے علاقے تنف میں دستے کے همراہ تعینات تھے ۔

کہ داعش نے تینوں اطراف سے حملہ شروع کیا۔ ان کے مقابل مدافعین حرم کی تعداد کم تھی۔ یہ جوان عصر تک دشمن کے مقابل ڈٹے رہے۔ پھر ایک ایک کر کے سب شہید ہوتے چلے گئے۔ محسن حججی کے ساتھ ایک کمانڈر اور تھے وہ صرف آٹھ مدافعین حرم کے جوانوں کو بچانے میں کامیاب ہو سکے اور خود جام شہادت نوش کرگئے۔

انہیں جوانوں میں سے ایک کا کہنا ہے کہ انھوں نے محسن کو گولیاں لگتے اور زمین پر گرتے ہوئے دیکھا ،جس مقام پر محسن گولیاں لگنے سے گرے تھے وہاں پلٹ کر جانا ناممکن تھا۔ ہم یہی سمجھے کہ محسن بھی شہید ہو گیا ہے۔

مگر بعد میں پتا چلا کہ محسن کو اسیر بنا لیا گیا ہے۔ کمانڈر سیف اللہ نے بتایا کہ داعشی محسن کو گرفتار کرنے کے بعد ان آبادیوں میں لے گئے جہاں انھوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔

محسن کے ہاتھ پس پشت باندھ دیے تھے۔ محسن صبح سے پیاسا تھا اور پہلو میں گولی لگنے کے باعث اس کا کافی خون بہہ چکا تھا۔

مگر ان بے رحم لوگوں نے اسی زخمی حالت میں محسن کو گلی گلی، محلے محلے گھسیٹا اور شدید ایذایئں پہنچانے کے بعد محسن کا سر اتار لیا اور بازو اور ٹانگیں قلم کر کے مختلف جگہوں پر بکھیر دی ہیں۔

اور یہ اطلاع خود ان کے لیڈر نے ہی ہمیں پہنچائی ہے۔

جنرل سیف اللہ نے بتایا کہ محسن کا جنازہ حاصل کرنے کے لیے ان کے لیڈر سے مذاکرات جاری ہیں۔ محسن کے گھر والوں کا امتحان ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

ان کی منتظر نگاہیں محسن کے انتظار میں تھیں۔

کچھ دن بعد انہیں خبر دی گئی کہ حزب اللہ کے کمانڈر سید حسن نصراللہ بذات خود اس علاقے پر قابض داعش کے لیڈر سے بات چیت کر رہے ہیں۔اور اس داعش لیڈر نے شہید کا جسم واپس کرنے کے لیے کچھ شرائط رکھی ہیں جن پر غور کیا جا رہا ہے۔

کچھ دن بعد خبر ملی کہ داعش کے تکفیری لیڈر نے شرط رکھی ہے کہ شہید محسن حججی اور دیگر شھدائے مدافعین حرم جو اس علاقے میں شہید ہوئے ہیں ان کے جنازوں اور لبنانی رپورٹرز اور دو کمانڈرز کو اس وقت ان کے ہاتھوں قید ہیں، اس شرط پر تحویل میں دیں گے جب انہیں شام کا بارڈر پار کرنے کا راستہ دیا جائے۔ حزب اللہ کے سربراہ اور شام کے صدر اس تجویز پر غور کر رہے ہیں۔

اس خبر سے محسن کے گھر والوں کو کچھ امید سی بندھ گئی۔ ان کے انتظار نے شدت پکڑ لی۔ انتظار کے یہ ایام کتنے کٹھن ہوں گے۔ اس درد کو منتظر نگاہیں ہی محسوس کر سکتی ہیں۔

کچھ دن بعد نجف آباد کی سپاہ کے کمانڈر نے اطلاع دی کہ داعشی لیڈر کی شرط قبول کرنے کے بعد تنف کے علاقے میں شہید ہو جانے والے شھدائے مدافعین حرم کے جنازے تحویل میں لے لیے گئے ہیں۔ لیکن شہید محسن حججی کے جسم پاک کی باقیات کی شناخت کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کی ضرورت ہے۔ شہید کے پاک جسم کی شناخت کے بعد زہرا نے خواہش ظاہر کی کہ وہ خود شام جاکر شہید کا جنازہ اپنے ہمراہ ایران لائیں گی۔

2 ستمبر / 2017

محسن حججی کی شھادت کو تقریبا تین ہفتے گزر چکے تھے۔

زہرا اپنے ننھے علی کے همراہ ایک بار پھر اپنے ہمسفر کی ہمراہی کے لیے شام روانہ ہوئی۔

شام پہنچ کر زہرا نے خواہش کی کہ پہلے انہیں شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کے روضہ اقدس پر لے چلیں۔

زہرا جو عزم و حوصلے کی مضبوط دیوار بنی ہوئی تھی، اپنی شہزادی کی ضریح پاک کو سامنے پا کر ضبط کے بندھن توڑ بیٹھی۔

ہاں جب صدمہ گہرا ہو، غموں کے بوجھ سے دل پھٹ رہا ہو تو پھر کسی ایسی هستی کو نگاہیں ڈھونڈتی ہیں جو اس کے سارے غم اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ کوئی ایسی هستی جو بہت مخلص ہو، جو اس کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھے۔ یقیناً اس وقت بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔ زہرا اپنی شہزادی سے اپنے درد بیان کر رہی ہوگی۔

یقیناً زہرا نے بی بیؑ سے کہا ہوگا اے میری شہزادی! آپ نے عظمت اسلام کے تحفظ کی خاطر اپنے ماں جائے سے اپنے پیاروں سے جدائی گوارہ کی۔

بی بیؑ جان! میں نے بھی آپ کا راستہ انتخاب کیا۔ بی بیؑ مجھ میں آپ جیسا صبر نہیں... بس آپ سے صبر کی درخواست کرتی ہوں۔

اور بے شک شہزادیؑ نے بھی زہرا کو ایسا صبر عطا کیا کہ پھر زہرا کے آنسو، زہرا کی بے قراریاں کسی نے نہ دیکھیں۔

حتیٰ اس وقت بھی جب زہرا کی سب سے عزیز ھستی کو لباس آخرت پہنا کر سفر بہشت کے لیے لحد میں اتارا گیا۔ بس رات کی تاریکی زہرا کے رخساروں کو بھگونے والے آنسوؤں کی گواہ تھی۔۔

ابھی زہرا کا امتحان باقی تھا۔

انتظار کی گھڑیاں ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں۔

دو روز شام میں قیام کے بعد زہرا کو بتایا گیا کہ جس آبادی میں داعشی محسن کو گرفتار کر کے لے گئے تھے وہ علاقہ اب مدافعین حرم کے کنٹرول میں ہے۔ محسن کے جسم کے بقیہ اعضا اور سر کی تلاش جاری ہے۔ داعش لیڈر کا کہنا ہے کہ محسن کے جسم کے بقیہ اعضا اور سر ہم خود تلاش کریں۔

ہم بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ شہید کے جسم کے باقی اعضا اور سر بھی مل جائے، لہذا ابھی شہید کا جنازہ ایران بھیجنے میں ٹائم لگے گا۔

آہ! علی کا شیعہ ہونا اتنا بڑا جرم ہے تو اولاد علی ہونا کتنا بڑا جرم ہوگا۔

جستجو جاری تھی اور نگاہیں منتظر۔

دو ماہ ہونے کو آئے تھے۔ ذوالحج کا چاند بھی اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

سید الشھدا کی ماتم داری کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

مگر لگتا تھا محسن کا آنے کا کوئی پروگرام نہیں۔ امام بارگاہیں سجنے لگیں۔ گھر گھر سیاہ علم لہرانے لگے۔

فرِش عزا بچھنے لگی۔

ماں کی بے تابیاں بڑھ گئیں۔

ماہ محرم کا چاند اپنے دامن میں کربلا کے ستم دیدہ پردیسیوں، پیاسوں کی دکھ بھری داستان لے کر ظاہر ہوا۔

اس رات محسن کی والدہ نے فرش عزا پر اپنے مولا سے رو رو کر التجا کی کہ ان کا پردیسی واپس آ جائے... ان کے دل کو سکون مل جائے۔ مولا نے ایک ماں کی درد بھری پکار سن لی۔ محسن واپس آ رہا تھا۔

ماں کے دل کا چین واپس آ رہا تھا۔

یہ شہید بے سر... سر بلند واپس آ رہا تھا۔

ہاں ان کا لعل، ان کی آنکھوں کا نور.... ان کا محسن جو چلتے ہوئے ایک خط ان کے نام چھوڑ کر گیا تھا۔

جس میں لکھا تھا...

میری جان سے پیاری ماں!

اہل بیت علیہ السلام سے محبت و مودت آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ اگر آپ مجھے اہلبیت علیہ السلام کی مجالس عزا میں نہ لے جاتیں تو آپ کا یہ بیٹا عشق و محبت کا مفہوم کبھی نہ سمجھتا۔

میری عزیز ترین ھستی...کہ آپ کے بغیر میرا سانس لینا محال ہے۔

آپ کی دعاؤں نے آج مجھے سعادت کا راستہ دکھایا ہے۔

میرے لیے دعا کیجئے گا کہ میری شہادت کربلا والوں کی شہادت کی مانند ہو...

امام حسین علیہ السلام میرا نام بھی اپنے جانثاروں میں لکھ لیں۔

اور میں ایسی حالت میں اپنے مولا کی خدمت میں پہنچوں کہ میرا پہلو بھی اپنی شہزادی فاطمہ زہرا کی مانند زخمی ہو چکا ہو۔

میرے بازو بھی اسی طرح قلم ہو جائیں جس طرح آقا ابوالفضل العباسؑ کے قلم ہوئے۔ اہلبیتؑ سے عشق کے جرم میں میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔

میرا سینہ جوان علی اکبرؑ کے سینے کی مانند گولیوں سے چھلنی ہو اور جب میں اپنے مولا کی خدمت میں پہنچوں تو میرے جسم پہ بھی سر نہ ہو۔۔

بے شک محسن اپنی آرزو کو پہنچ گیا تھا۔ محسن نے ایک مقام پر اپنی وصیت میں کہا تھا کہ کوشش کرو ایسے زندگی گزارو کہ خدا بہترین داموں تمہیں خرید لے۔

اور بے شک محسن نے اتنی کم عمری میں ہی اس مقام کو پا لیا خدا نے بہترین داموں محسن کو خرید لیا اور اس خریداری کی سند یہ تھی کہ جو محسن کو نہیں جانتے تھے ان کا دل بھی محسن کی محبت و احترام سے سرشار ہو گیا۔

محسن کی مظلومانہ شہادت نے آج کے دور کے حق و باطل میں فرق واضح کر دیا۔

اور یہ پہچان کروا دی کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔

آج یہ حسینی جانثار انتہائی شان و شوکت سے اپنے وطن واپس آ رہا تھا جہاں ہزاروں دل اس شہید سربلند کے شاندار استقبال کے لئے بے چینی سے دھڑک رہے تھے۔

سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے ساتھ اس حسینی جانثار کی عزاداری کی بھی تیاریاں پورے زور شور سے شروع ہوگئیں۔

شاہراہیں، گلیاں، محلے حتی اس عظیم شہید کی تصاویر سے سجی ہوئے دکھائی دینے گے۔ میڈیا پر پل پل کی خبریں دی جانے لگیں۔ حریت پسندوں کے دل اپنے اس شہید عزیز کے تابوت کو چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے لیے بے قرار تھے۔

مخصوصاً شہید کی زادگاہ نجف آباد کا رنگ ہی بدل گیا تھا۔

کیا بوڑھے کیا بچے کیا جوان سب کے قدم اس گھر کی سمت بڑھ رہے تھے۔ جس کے مکین نے اپنی حسینی شہادت سے ثابت کر دیا کہ ہر دور کے امام کو حسینی راہ پر عمل کرنے والوں کی ضرورت ہے، صرف زبانی محبت حسین کا دعوی کرنے والوں کی نہیں۔

مگر پرسے کے لیے آنے والوں سے کربلا کی بلند حوصلہ اور شہید پرور خواتین سے صبر و استقامت کا درس لینے والی اس پاکیزہ نفس ماں کا یہی کہنا تھا کہ میں ابھی اپنے مولا حسینؑ کی پرسہ دار ہوں، ابھی کربلا والوں کے مصائب پر رونے کے دن ہیں۔ مجھے میرے لعل کا پرسہ بعد میں دینا۔۔

(ہمارا سلام ہو! ان نیک سیرت، ایمان و تقوی کی دولت سے مالا مال شہید پرور ماؤں پر جنھوں نے ہر دور میں کربلا والی ماؤں کی تاسی میں اپنے جوان اسلام پر قربان کر کے اسلام کا پرچم بلند رکھا)

اور زہرا جو اس مصیبت پہ صبر و تحمل, اپنی شہزادی زینب سے مانگ کے لائی تھی، پرسے کے لیے آنے والوں سے یہی کہہ رہی تھی ہم نے اپنے محسن کی نہیں بلکہ حسینؑ مظلوم کی فرش عزا بچھائی ہے۔ محسن ان کا ادنی سا غلام تھا آپ لوگ میرے پاس آ کر محسن کا پرسہ نہ دیں.... محسن کو نہ رویئں بلکہ ام المصائب جناب زینب سلام اللہ علیہا کو ان کے مظلوم بھائی کا پرسہ دیں، یہ دن بی بی کو ان کے بھرے گھر کا پرسہ دینے کے ہیں۔ اس طرح محسن کی روح کو بھی سکون ملے گا۔

24 ستمبر 2017

معراج شھدا تہران

تہران میں معراج شھدا وہ جگہ ہے جہاں مقدس دفاع (80 - 81) کے دوران شھدا کے جو جنازے جنگی علاقوں میں رہ گئے تھے۔ جنگ ختم ہونے کے کچھ سال بعد جنگی علاقوں سے کھدائی کے دوران شھدا کی ملنے والی باقیات کو یہاں رکھا جاتا ہے۔ یہاں ان کے جنازوں کی شناخت کے بعد انہیں ان کے شہروں کی جانب تشیع جنازہ کے لیے روانہ کر دیا جاتا ہے۔

شھدائے مدافعین حرم کے جنازوں کو بھی پہلے یہیں لایا جاتا ہے۔

آج معراج شھدا ایک بہت ہی خاص شہید کے جنازے کو اپنی آغوش میں لینے کی تیاری کر رہا تھا۔

ایک ایسا خاص شہید جو اپنے مولا حسین علیہ السلام کے ہمراہ اپنے وطن واپس آ رہا تھا۔

آج معراج شھدا ایک ایسے شہید کے استقبال کی تیاری کر رہا تھا جو اپنے آقا و مولا کے عشق میں اتنا آگے نکل گیا تھا کہ سوائے پرواز کے اس کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔

قطرہ آخرکار سمندر میں جا ملتا ہے اور جب سمندر میں ملتا ہے تو قطرے کے اندر وسعت آجاتی ہے۔

محسن عشق اہلبیتؑ کو پا کر اب قطرہ نہ رہا تھا... بلکہ سمندر جتنا وسیع ہوگیا تھا۔

بالاخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔

شہید محسن حججی کے جنازے کو تہران ایئرپورٹ پر فوجی استقبال کے ساتھ تحویل میں لیا گیا۔

ایئرپورٹ پہ بھی شہید کے ہزاروں عقیدت مند شہید کو اپنے وطن میں خوش آمدید کہنے کے لیے موجود تھے۔

محسن کے تابوت کو معراج شھدا لے کر چلے جہاں شہید محسن کی ماں بے چینی سے بیٹے کی راہ تک رہی تھیں۔

یکایک باہر ایک شور سا اٹھا...

معراج شھدا کے دروازے پر موجود لوگوں میں کچھ ہلچل سی مچی۔

کسی نے آ کر خبر دی کہ محسن کا جنازہ لے آئے ہیں۔

محسن کے بھائی نے آ کر ماں کو کاندھے سے پکڑ کر اٹھایا۔

ماما اٹھیے... آپ کا محسن آگیا۔

ماں نے اپنا کاندھا چھڑایا، مضبوط قدموں سے چلتی ہوئی بیٹے کے تابوت تک پہنچیں۔

ایک نگاہ تابوت پہ ڈالی۔

ان کا لخت جگر جو اتنا باادب تھا کہ کبھی پیر پھیلا کے ماں کے سامنے نہ بیٹھا تھا۔

آج یوں ماں کے سامنے سو رہا تھا...

محسن! اٹھو ماں تم سے ملنے آئی ہے۔

تم تو کبھی اتنی گہری نیند نہ سوئے تھے آج کیا ہوا؟ ماں کے جگانے سے بھی نہیں اٹھتے...

ماں نے آگے بڑھ کر تابوت میں سکون کی نیند سوئے اپنے لعل پر سے چادر ہٹائی۔

یہ کیا؟؟؟؟

میرا محسن اتنا چھوٹا سا تو نہ تھا وہ تو لمبے قد کا بہت خوبصورت جوان تھا۔ اس کے تو نہ بازو ہیں نہ پاؤں ہیں نہ سر ہے... یہ تو کوئی گٹھڑی سی ہے۔

پس میرا محسن کہاں ہے ؟؟؟؟

ماں نے حسرت سے تابوت میں رکھی اس چھوٹی سی گھٹڑی پر ہاتھ پھیرنا شروع کیے۔ تصور میں اپنے جگر گوشے کا خوبصورت چہرہ دکھائی دینے لگا۔

وقت رخصت جس کا جمال سوا ہو گیا تھا، چہرہ پرنور ہوگیا تھا۔ جس کی پیشانی سے سورج طلوع ہو رہا تھا اور آنکھوں میں ستاروں سی چمک بڑھ گئی تھی۔

اور ماں .....

دل کو تھامے آنکھوں ہی آنکھوں میں عروس شہادت کے اس نرالے دولہا پر نثار ہو رہی تھی۔

میری جان - - -

تجھے کیسے رخصت کروں

جبکہ جانتی ہوں تجھے اب کبھی نہ دیکھ پاؤں گی۔

ختم شد

شہید محسن حججی کی وصیت اپنے دوسالہ فرزند کے لیے

سلام علی آقا..

سلام میرے پھول سے بیٹے--

سلام میری جان--

صرف چند جملے تم سے کہنے ہیں۔

مجھے معاف کردینا کہ تمہیں چھوٹی سی عمر میں تنہا کر کے چلا گیا--

اگر ہم نہیں جاتے تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے حرم مطہر کی ھتک حرمت کردی جاتی. یا خدا ناخواستہ بی بی رقیہؑ کے لیے ایک بار پھر شام کا قید خانہ ہوتا۔

علی آقا! میں اس راہ میں سربلند ہونا چاہتا تھا۔

میرا دل چاہتا ہے...

ایک بار امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور سے پہلے اور ایک بار آپ علیہ السلام کے ظہور کے بعد شھادت کا فیض حاصل کروں-- اور یہ میرے لیے سعادت کا باعث ہوگا کہ دو بار شھادت کا فیض حاصل کروں--

انشاءاللہ کہ میں اپنی اس آرزو کو پا لوں۔

پھر بھی خدا کی رضا پہ راضی ہوں۔

علی جان! معاشرہ گناہوں سے آلودہ ہوتا جا رہا ہے، فساد بڑھتا جا رہا ہے۔

آج کے معاشرہ میں گناہوں سے بچنا، پہلے زمانے سے کہیں سخت ہے۔

جتنا امامؑ کا ظہور نزدیک ہوگا فتنہ و فساد بڑھتا رہے گا-- شیطان طاقت ور ہوتا جائے گا۔

میرے بیٹے اپنا بہت دھیان رکھنا۔

اپنی ماں کا بھی خیال رکھنا۔

میں نے تمہارا نام علی رکھا ہے کہ تمہارا مولا تمہارا آقا تمہارا رہبر علیؑ ہو۔

تمہارا رستہ علیؑ کا رستہ ہو۔۔

اس طرح علیؑ کی سیرت پر چلنا کہ تمہارا نام امام زمانہ علیہ السلام کے سپاہیوں میں لکھ دیا جائے۔

بچپن سے ہی اپنے اوپر کام شروع کر دینا۔۔

انتخاب درس میں، انتخاب زندگی میں، انتخاب دوست میں، خلاصہ ہر مقام پر بہت خیال کرنا.

میں ہمیشہ تمہارے نزدیک ہوں

تمہاری یاد میں ہوں۔

اگر شھید ہوگیا تب بھی زندگی کے ہر موڑ پر تمہارے ساتھ رہوں گا۔

تمہیں باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا۔

اور اگر شھید نہیں ہوا تو تمہارے پاس آجاؤں گا اور تمہارے بڑے ہونے تک تمہارا سایہ بن کے رہوں گا۔

علی جان! میں نے یہ باتیں اس لیے کی ہیں کہ جب تمہارا دل بابا کی آواز سننے کو چاہے تو یہ آواز تمہارے پاس ہو۔۔

یاد رکھو میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ تمہیں بھی اور تمہاری ماں کو بھی۔۔

اپنا خیال رکھنا۔۔

بعض اوقات جب ہم بہتر چیزوں سے وابستگی ختم کردیتے ہیں تو اس سے بھی بہتر ہمیں حاصل ہو جاتا ہے۔

میں نے تم سے اور تمہاری ماں سے وابستگی ختم کر دی تاکہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا نوکر بن کے رہوں

اور میری تمنا ہے کہ خداوند اس سفر میں میری ہمراہی فرمائے۔

ایسی زندگی گزارنے کی کوشش کرنا کہ خدا تمہارا عاشق ہو جائے۔

اور اگر خدا تمہارا عاشق ہو گیا تو تمہیں بہترین داموں خرید لے گا۔

اپنا خیال رکھنا اور دعا کرنا کہ میں بھی اپنی آرزو کو پہنچ جاؤں۔۔۔

شہیدِ بے سر محسن حججی کا الٰہی وصیت نامہ

(آپ نے حرمِ جناب زینب (سلام اللہ علیہا) کا دفاع کرتے ہوئے داعش کے ہاتھوں مظلومانہ شہید پائی اور اپنے مولا کی اتباع میں بغیر سر دفن ہوئے)

بسم اللہ النور...

صَلّی اللہ علیک یا اُماہ یا فاطمۃ الزہرا "سلام علیک"

وَلاتَحسَبنّ الذینَ قُتلوا فی سَبیل اللہ اَمواتا، بل احیاء عند رَبِہم یُرزَقون

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

جس کا دل عشق سے زندہ ہوا وہ کبھی مرتا نہیں۔ اس کائنات کی کتاب پر ہمارا دوام نقش ہے۔

جانے میں صرف چند گھنٹے رہ گئے ہیں، جوں جوں جانے کا وقت نزدیک آ رہا ہے میرا دل زیادہ بے تاب ہو رہا ہے--- مجھے نہیں معلوم کیا لکھوں اور کیسے اپنے احساسات اور اپنی حالت بیان کروں--- نہیں معلوم کیسے اپنی خوشحالی بیان کروں اور کیسے اور کس زبان سے نعمت دینے والے خدا کا شکر ادا کروں--- اپنی ذمہ داری سمجھ کر کچھ سطریں وصیت کے عنوان سے سپردِ قلم کر رہا ہوں۔

مجھے نہیں معلوم کیا ہوا کہ تقدیر مجھے اس عشق سے بھرپور راستے پر لے آئی--- مجھے نہیں معلوم کون سی چیزیں اس بات کا سبب بنیں--

بے شک میری ماں کے حلال دودھ، والد کے حلال لقمے، بیوی کے انتخاب اور بہت ساری دوسری چیزوں کا اثر تھا۔۔۔

ایک مدت ہو چلی۔۔۔ شب وروز شہادت کے عشق میں گزارے ۔۔ میرا ہمیشہ سے یہ عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ شہادت کے ذریعے بندگی کے بلند ترین مرتبے پر پہنچوں گا۔ بہت کوشش کی ہے اپنے آپ کو اس مقام تک پہنچاؤں، لیکن نہیں معلوم کس حد تک کامیاب ہوا ہوں۔۔۔

میری چشم اِمید صرف خدا اور اہل بیت(علیہم السلام) کے کرم پر ہے، اور مجھے اتنی امید ہے کہ وہ مجھ جیسے سیاہکار گناہگار کو قبول کریں گے اور اپنی رحمت کی ایک نظر اس پرتقصیر بندے پر بھی فرمائیں گے۔

اگر ایسا ہو تو۔۔ الحمداللہ رب العالمین...

اگر کسی دن اس حقیر سراپا تقصیر کی شہادت کی خبر سن لوتو جان لینا کہ اس کی وجہ صرف خدا کا کرم اور اس کی رحمت ہے۔ وہ ہے کہ جو مجھ جیسے روسیاہ کو بخش دیتا ہے اور میری مدد کرتا ہے۔

میری پیاری بیگم! زہراء جان

اگر کسی دن میری شہادت کی خبر سنو تو جان لو کہ میں اپنی اس حقیقی آرزو تک پہنچ گیا ہوں جو تم سے شادی کا اصل مقصد تھی۔ اپنے اوپر فخر کرو کہ تمہارا شوہر سیدہ زینب (علیہا السلام) پر فدا ہوا ہے۔

ہرگز بےتاب نہ ہونا۔ ہرگز واویلا مت کرنا۔ صبر سے کام لینا، اور ہر لحظہ خود کو جناب زینب (علیہا السلام) کے حضورمیں سمجھ لینا۔۔۔ بیبی زینب (علیہا السلام) نے تم سے زیادہ مصائب دیکھے ہیں۔

میرے محترم والد!

ہمیشہ اور ہر حالت میں میری زندگی اور مردانگی کا رول ماڈل آپ تھے اور آپ ہی ہیں۔ اگر کسی دن میری شہادت کی خبر پہنچے، تواس وقت کو یاد کیجیے گا جب حسین بن علی (علیہ السلام) اپنے جگر گوشہ علی اکبر (علیہ السلام) کے سرہانے حاضر ہوئے۔۔۔ آپ کا غم ابا عبد اللہ الحسین (علیہ السلام) کے غم سے بڑھ کر نہیں ہے۔ پس صبر سے کام لیں۔ میں جانتا ہوں بہت سخت ہے، لیکن ایسا (صبر) کرنا ممکن ہے۔

میری پیاری ماں!

حضرت ام البنین (علیہا السلام) کے چار بیٹے تھے اور چاروں حضرت امام حسین (علیہ السلام) اور سیدہ زینب (علیہا السلام) پر فدا کیے، اور ان کی پیشانی پر بل تک نہیں آئے۔ جس وقت انہیں بیٹوں کی شہادت کی خبر دی گئی، اس وقت بھی صرف امام حسین (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھتی رہیں۔ لہذا اگر کسی دن میری شہادت کی خبر آئے، حضرت ام البنین (علیہا السلام) کی طرح صبر اور افتخار کے ساتھ آواز بلند کرنا کہ آپ مجھے امام حسین (علیہ السلام) اور حضرت زینب (علیہا السلام) پر فدا کر چکی ہیں، اور ہرگز بے تابی کے ذریعے دشمن کے دل خوش نہ کیجیے گا۔۔۔!

میرے پیارے بھائی!

اگر کسی دن مجھے شہادت کے لباس میں دیکھیں، تب اس وقت کو یاد کر لیں جب حضرت امام حسین (علیہ السلام) حضرت عباس (علیہ السلام) کے سرہانے آئے۔ بھائی کے غم میں ان کی کمر خم ہو چکی تھی۔۔ ہرگز ناشکری مت کرنا۔ ہرگز اس تحفے پر جو اسلام کے نام پیش کیا جا چکا ہو، کوئی آنسو مت بہانا۔

میری اچھی بہنو۔۔!

جس وقت میں امی ابو اور آپ لوگوں سے الوداع کہہ رہا تھا تب مجھے وہ لمحہ یاد آرہا تھا جب اہل حرم حضرت علی اکبر (علیہ السلام) کو میدان کے لیے روانہ کر رہے تھے۔ پس اگر میں بھی سرخرو ہوں، تب اپنے آنسو، غم اور فریاد حضرت علی اکبر (علیہ السلام) پر فدا کرنا۔ ہرگز اپنے غم کو اہل حرم کے غم سے زیادہ مت سمجھنا۔۔!

میرے پیارے بیٹے، علی جان!

مجھے معاف کرنا اگر تمہارا قد بلند ہوتے ہوئے میں نہ دیکھ سکوں، اگر تمہارے جوان ہونے کا نظارہ نہ کر سکوں۔۔۔ کوشش کرنا میرے راستے کو آگے بڑھانا۔۔ کوشش کرنا کوئی ایسا کام انجام دو جس کا اختتام شہادت پر ہو۔

میرے محترم سسر اور ساس!

ہمیشہ آپ لوگوں کو اپنے حقیقی والدین کی طرح سمجھتا تھا۔ مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میری قسمت آپ کے خاندان کے ساتھ جڑ گئی۔ آپ لوگوں کو بھی صرف صبر اور تحمل کی سفارش کرتا ہوں۔

تمام لوگوں سے گزارش ہے اس گناہگار کو معاف کر دیں، اگر کسی کا حق میں نے ضائع کیا ہو، کسی کی غیبت کی ہو، کسی کا دل دکھایا ہو، کوئی گناہ کیا ہو، آپ سب مجھے معاف کر دیں۔۔!

کچھ عمومی وصیتیں:

ولایت فقیہ سے غافل مت ہونا، اور جان لیں کہ میں اس یقین تک پہنچا ہوں کہ امام خامنہ ای (حفظہ اللہ) امام زمان (عج اللہ تعالی فرجہ) کے برحق نائب ہیں۔

تمام بہنوں سے اور رسول اللہ (صل اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کی تمام خواتین سے چاہوں گا اپنے حجاب کو مضبوط کریں۔ خدانخواستہ آپ کے سر کا کوئی بال کسی نامحرم کو اپنی طرف جذب کرے۔ خدانخواستہ آپ کے چہرے پر کوئی زینت کسی کی توجہ کا سبب بنے۔ خدانخواستہ اپنی چادر چھوڑ دیں۔۔ ہمیشہ جناب زہرا (علیہا السلام) اور اہل بیت کرام (علیہم السلام) کی دوسری خواتین کو اپنے لیے رول ماڈل سمجھیں۔ ہمیشہ اس شعر کو یاد رکھیں:

جب حضرت رقیہ (علیہا السلام) نے اپنے بابا کو خطاب کر کے فرمایا:

غصہ ی حجاب من را نخوری بابا جان

چادرم سوختہ اما بہ سرم ہست ہنوز...

(بابا جان! میرے حجاب کے بارے میں آپ پریشان مت ہوں۔ میری چادر جل تو گئی ہے، لیکن اب بھی سر پر ہی ہے)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے تمام مردوں سے چاہوں گا کہ مغربی تہذیب اور فیشن کے فریب میں مت آنا۔ ہمیشہ علی بن ابی طالب (علیہ السلام) کو اپنے لیے نمونہ اور پیشوا سمجھنا اور شہداء سے درس لینا۔۔۔

اپنے آپ کو امام زمان (روحی لک الفداء) کے ظہور اور کافروں خصوصاً اسرائیل سے جنگ کے لئے آمادہ کرنا کہ وہ دن بہت قریب ہے۔۔

ہمیشہ خدا کا عبد بنے رہنا، اگر ایسا ہوا تو جان لو کہ آپ سب کی عاقبت بخیر ہو گی۔

کچھ حق الناس میری گردن پر ہے، عاجزانہ التماس ہے وہ ادا کر دیں۔۔!

ایک ملین تومان دادی جان سے لیے ہوئے ہیں۔

برادر محسن ہمتی کے کچھ تومان دینا ہیں جو ثقافتی و دیگر امور کے لیے ان سے لیے تھے۔

۳۲ ہزار تومان اور کچھ سر پر باندھنے والی پٹیاں مرکز شہدائے بنیاد امیرآباد سے لیے تھے۔

اگر آپ لوگوں کے لیے ممکن ہوا تو ایک مہینے کی نماز میرے لیے پڑھیں اور ایک مہینے کا روزہ میری طرف سے رکھیں، اگر خدانخواستہ کبھی کبھار غلطی سے کوئی نماز یا کوئی روزہ قضا ہوا ہو تو اس کا جبران ہو جائے۔

اللهم عجل لولیک الفرج

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِی مِنْ أَنْصَارِهِ وَأَعْوَانِهِ وَ الذَّابِّینَ عَنْهُ وَ الْمُسَارِعِینَ إِلَیْهِ فِی قَضَاءِ حَوَائِجِهِ وَ الْمُحَامِینَ عَنْهُ وَ السَّابِقِینَ إِلَی إِرَادَتِهِ وَ الْمُسْتَشْهَدِینَ بَیْنَ یَدَیْهِ

آمین

۲۷/۴/۱۳۹۶

محسن حججی

شہید بزرگوار محسن حججی کی یہ داستان مجھ حقیر نے شہید کی زوجہ، اہل خانہ، شہید کے دوستوں، اور ہمرزم ساتھیوں کے انٹرویوز کی روشنی میں لکھی ہے۔ آرزو کرتی ہوں کہ یہ چھوٹی سی خدمت شہید سر بلند اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مجھ گنہگار کو اپنی ہمراہی اور رفاقت نصیب فرمائیں۔

اور روز محشر مجھ گنہگار کی داد رسی فرمائیں۔۔

کنیز شہدا

قمر فاطمہ نقوی

تدوینِ متن:

عنبرین سلطان